بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۠ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے * (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ سے مال غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ مال غنیمت تو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا ہے سو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور باہمی معاملات درست رکھو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

الانفال پ۹ (۸/۱ * ت : ح)

۱۔ مسلمان (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) آپ سے پوچھتے ہیں کہ مال غنیمت کس کا ہے کون اس کا مستحق ہے آپ ان سے کہہ دیجیے کہ مال غنیمت کی ملکیت تو اللہ کی ہے اور تصرف کا حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے جو اللہ کے حکم کے موافق اس کو تقسیم کرتے ہیں۔ ائمہ حدیث نے سند صحیح بالا آیت کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ نے مال غنیمت کا اختیار لوگوں کے ہاتھ سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دے دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب مسلمانوں کو برابر تقسیم کر دیا۔ اللہ سے ڈرنے اللہ کی اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرنے اور باہمی تعلقات کو درست رکھنے کا یہی مفہوم ہے (مظہری)

لغوی اشارات * انفال: نفل کی جمع ہے نفل کا معنی ہے مال غنیمت۔ مال غنیمت کو نفل (مال زائد) کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ محض خداداد ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے عطا کرتا ہے (ایضاً) انفال۔ مال غنیمت نفلٌ (بفتح فا) کی جمع جس کے معنی اصل میں زیادتی کے ہیں اور اسی لئے زائد نماز کو نافلہ کہتے ہیں۔ ● اَصْلِحُوْا: تم صلح کرو، تم صلح کرادو، تم ملاپ کرادو۔ اِصلاحٌ سے صیغہ جمع مذکر حاضر (لغات القرآن)

معلومات مزید * سورہ پاک الانفال کا آغاز اموال غنیمت کے احکام سے فرمایا گیا ہے جیسا کہ معلوم ہے کہ انفال جمع ہے نفل کی جس کا معنی مال غنیمت ہے۔ اس سورہ میں ۷۵ آیات ۱۰ رکوعات اور کلمات کی تعداد ایک ہزار چھبیس ہے اگرچہ حضرت ابن عباس سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس کی سات آیتیں اِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ ... الخ مکی ہیں لیکن راجح یہی ہے کہ یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی

* حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت ہم اہل بدر کے حق میں نازل ہوئی۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ
زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝

صرف وہی سچے ایمان دار ہیں کہ جب ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا تو کانپ اٹھتے ہیں ان کے دل اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر اللہ کی آیتیں تو یہ بڑھا دیتی ہیں ان کے ایمان کو اور صرف اپنے رب پر وہ بھروسہ رکھتے ہیں

الانفال ۹ پ (۸/۲ * ت: م)

۲۔ مومنین کا وصف اس آیت شریفہ میں یوں بیان فرمایا گیا ہے کہ جب وہ قرآن پڑھتے ہیں تو خوف خدا سے ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں جب آیتیں ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں تو تصدیق کرنے کے سبب ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے اور وہ اللہ کے سوا کسی دوسرے پر بھروسہ نہیں کرتے ہیں یعنی وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ (بحوالہ ابن کثیر)

لغوی اشارے * وَجِلَتْ : واحد مونث غائب وَجِلٌ مصدر (سمع) ڈر جاتا ہے (ان کا دل) وَجِلٌ خشیت ڈرنا۔ مُتَوَجِّلٌ خشیت ڈرنا اور خوف کی جگہ ● تُلِيَتْ : وہ پڑھی گئی، اس کی تلاوت کی گئی تِلَاوَةٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ، واحد مونث غائب ● زَادَتْهُمْ : اس نے ان کو زیادہ کیا، اس نے ان کو بڑھایا، اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے ● يَتَوَكَّلُونَ : جمع مذکر غائب مضارع توکل سے۔ بھروسہ کرتے ہیں۔ توکل کرتے ہیں۔ (لغات القرآن)

معلومات مزید : اہل ایمان کے اوصاف حمیدہ کا ذکر ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے قلوب عشق الٰہی اور خوف خداوندی کے مارے کانپ اٹھتے ہیں جب قرآن پاک کی آیات ان کو سنائی جاتی ہیں تو انہیں سن کر ان کے ایمانوں میں مزید پختگی و استحکام پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ کرتے ہیں

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

(اور) جو صحیح صحیح ادا کرتے ہیں نماز کو نیز اس سے جو ہم نے انہیں دیا ہے خرچ کرتے رہتے ہیں (۸/ ۳ ✱ ب: ص)
الانفال پارہ ۹

۳۔ وہ جو نماز قائم کرتے ہیں یعنی وضو کر کے اوقات مقررہ پر خشوع و خضوع سے رکوع و سجود کی صحت کا خیال کر کے نماز ادا کرتے ہیں اور جتنا مال و دولت ہم نے انہیں عنایت فرمائی ہے اس میں سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرتے ہیں۔ نماز و زکوٰۃ کی تخصیص صرف اہمیت و عظمت کی وجہ سے ہے تاکہ بندگان خدا کو معلوم ہو کہ ان کا ادا کرنا ضروری ہے اور مہتم بالشان ہے (روح البیان)

لغوی اشارے ✱ يُقِيْمُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع مرفوع اِقَامَةٌ سے وہ ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں ● صلٰوۃ : نماز، دعا، رحمت۔ قرآن مجید میں جہاں بھی لفظ صلوٰۃ بغیر اضافت کے واو کے ساتھ مرقوم ہے یہ لفظ کے مفخم ہونے کی بنا پر ہے جیسے کہ لفظ زکوٰۃ ہے۔ صلوٰۃ تصلیۃ سے اسم ہے امام راغب اصفہانی رقمطراز ہیں "بہت سے اہل لغت کا بیان ہے کہ صلوٰۃ کے معنی دعا کرنے، برکت مانگنے اور بزرگی سے یاد کرنے کے ہیں ✱ صلاۃ کو جو عبادت مخصوصہ ہے یعنی نماز اس کی اصل بھی دعا ہی ہے جس طرح کہ کسی شے کو اس کے بعض اجزاء کے نام پر موسوم کر دیتے ہیں اسی طرح یہ عبادت یعنی نماز بھی صلوٰۃ سے موسوم ہوئی کہ دعا پر مشتمل ہے نماز ان عبادات میں سے ہے کہ جس سے کوئی شریعت خالی نہیں رہی گو اس کی صورتیں ہر شریعت کے لحاظ و اعتبار سے یکے بعد دیگرے مختلف رہی ہیں ●

رَزَقْنٰهُمْ : ہم نے ان کو روزی دی، ہم نے ان کو رزق دیا، اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے ● يُنْفِقُوْنَ : واحد مذکر غائب مضارع اِنْفَاقٌ سے مثبت وہ خرچ کرتے ہیں۔ منفی وہ خرچ نہیں کرتے (لغات القرآن)

معنویات ترجمہ : مومنین کے اعمال خیر میں نماز قائم کرنا ہے اور [illegible] اس کے ساتھ ہی لوگوں کو دیتے دلاتے رہنا ہے۔ یہ دونوں اعمال ایسے زبردست ہیں کہ تمام اعمال خیر پر مشتمل ہیں۔ اقامت صلوٰۃ اللہ کے حقوق میں سے ہے۔ ینفقون کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اللہ نے دیا ہے کہ اگر زکوٰۃ کے قابل ہوں تو زکوٰۃ دیں ورنہ جو کچھ بھی ہے لوگوں کو دیتے دلاتے رہیں بندوں کا واجب اور مستحب مالی حقوق ادا کرتے رہیں۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝

یہی لوگ تو سچے (اور پکے) مومن ہیں بڑے بڑے درجات ہیں ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس
مغفرت (بھی) اور عزت کی روزی (بھی)* الانفال ۹ (۸/۴ * ت : ۴)

۴۔ انہیں سچے مسلمان کا لقب اس لئے عطا فرمایا گیا کہ ان کے دل خشیت الٰہی، اخلاص اور توکل کی صفات عالیہ سے متصف ہیں۔ ان کے ظاہری اعضاء رکوع و سجود اور عطاء و صدقات میں مصروف ہیں ان کا ظاہر بھی مطلع انوار ہے اور ان کا باطن بھی بقعہ نور۔ دنیا میں بھی ان کی قدر و منزلت بلند کر دی جاتی ہے اور جنت میں بھی ان کو مقامات رفیعہ پر فائز کیا جائے گا۔ مَغْفِرَةٌ سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اگر کسی مومن سے بشری تقاضوں کے باعث کوئی خطا یا قصور سرزد ہو جائے تو اسے فوراً ٹھکرا نہیں دیا جاتا بلکہ اللہ کریم اسے اپنے دامن کرم میں پناہ دیتا ہے اور اس کی لغزش معاف فرما دی جاتی ہے (تفسیر ضیاء القرآن)

لغوی اشارے * حَقًّا : حق۔ حق کے اصلی معنیٰ مطابقت اور موافقت کے ہیں اس کا استعمال چار طرح پر ہوتا ہے۔ ۱۔ اس ذات کے لئے جو اپنی حکمت کے اقتضاء کی بنا پر کسی شے کی ایجاد فرمائے اللہ تعالیٰ کو اسی لئے حق کہا جاتا ہے۔ ۲۔ وہ چیز جو حکمت کے مقتضیٰ کے مطابق ایجاد کی گئی ہو اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کل فعل حق ہیں۔ ۳۔ کسی شے کے متعلق وہ اعتقاد رکھنا جو نفس الامر کے مطابق ہو چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ فلاں کا اعتقاد حق ہے۔ ۴۔ وہ قول یا فعل جو اسی طرح واقع ہو جس طرح پر کہ اس کا ہونا ضروری ہے اور اسی مقدار اور اسی وقت میں ہو کہ جس مقدار اور جس وقت میں اس کا ہونا واجب ہے چنانچہ قول حق اور فعل حق اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ حق کا استعمال واجب اور لازم اور جائز کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔

مفہومات مزید : ذکر اللہ سے دلوں میں ہیبت الٰہی اور جلال کبریائی سے خوف پیدا ہو، قرآن پاک کی تلاوت سے کیفیت ایمانی میں ترقی ہو، اللہ پر کامل توکل، نمازوں کا قائم کرنا اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا جو ان پانچ صفات سے متصف ہوں وہی سچے اور پکے مومن ہیں ان کے درجات کی بلندیاں اور وعدہ بخشش اور دارین میں عزت کی روزی ان کا مقدر ہے۔

كَمَآ أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنۢ بَيْتِكَ بِٱلْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ لَكَٰرِهُونَ ۝
يُجَٰدِلُونَكَ فِى ٱلْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى ٱلْمَوْتِ وَهُمْ يَنظُرُونَ ۝

جیسا کہ آپ کے پروردگار نے آپ کو حکمت کے ساتھ آپ کے گھر سے باہر نکالا اور مومنوں کا ایک گروہ (اس کو) گراں سمجھ رہا تھا * وہ آپ سے اس حقیقت کے بارے میں بعد اس کے کہ اس کا ظہور ہو چکا تھا، اس طرح رد و قدح کر رہے تھے کہ گویا وہ موت کی طرف ہنکائے جا رہے ہوں اور وہ دیکھ رہے ہوں * (۸/۵ تا ۶ * ت: م)

۵ - حضرت ابو ایوب انصاری فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے اور حضور علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ قریش کا قافلہ آ رہا ہے تم وقت کیا سمجھتے ہو کیا اس قافلہ کی راہ روکنے کے لئے ہم نکل پڑیں۔ ہم نے عرض کیا ضرور چلنا چاہیے چنانچہ ہم سب نکلے اور ایک یا دو روز چلتے رہے۔ اب آپ نے فرمایا کہ اچھا اب معاندین حق سے مقابلہ کرنے کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ انھیں اس بات کی خبر مل چکی ہے کہ تم قافلہ کے خیال سے نکل چکے ہو۔ مسلمانوں (کی ایک جماعت نے) کہا کہ واللہ ہم میں دشمن کے اتنے بڑے لشکر سے لڑنے کی طاقت نہیں ہم تو نکلے ہی تو صرف قافلہ کے خیال سے چل پڑے ہیں۔ آپ نے دوبارہ یہی سوال کیا پھر ہم نے یہی جواب دیا۔ اب مقداد بن عمروؓ نے کہا یا رسول اللہ! ہم اس موقع پر ایسا نہیں کہیں گے جیسا کہ حضرت موسیٰ کی امت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ اے موسیٰ! آپ اور آپ کا رب دونوں جائیں اور دشمن سے لڑیں ہم یہیں بیٹھے آپ کی واپسی کا انتظار کریں گے۔ ہم گروہ انصار نے تمنا کی اور کہا اگر ہم بھی یہی کہتے جو مقداد نے کہا تو یہ بات قافلہ سے استفادہ سے بھی کہیں زیادہ پسند ہوتی
(بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

۶ - مدینہ منورہ سے حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کی ظاہری غرض اہل مکہ کا تجارتی قافلہ تھا۔ اب باہر نکلے تو ابو جہل کی سرکردگی میں لشکر کفار کے آنے کی اطلاع ملی تو صورت حال بالکل بدل گئی۔ مسلمان نہ جنگ کی نیت سے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے تھے اور نہ جنگی ساز و سامان سے مسلح تھے اتنے بڑے منظم اور مسلح لشکر سے ٹکرانا بعض لوگوں کو خلاف مصلحت دکھائی دے رہا تھا وہ سمجھ رہے تھے کہ وہ جان بوجھ کر اپنے آپ کو موت کے منہ میں پھینک رہے ہیں لیکن حضور اکرم ؐ نے جو مجلس مشاورت وادی ذفران میں منعقد کی اس میں شمع مصطفویؐ کے پروانوں نے جس جرأت اور جانثاری کا اظہار کیا اس سے تمام لشکر اسلام کے حوصلے بلند ہو گئے اور کسی کو موت کا اندیشہ نہ رہا (ضیاء)

لغوی اشارے * أَخْرَجَكَ : اس نے تجھ کو نکالا۔ أَخْرَجَ صیغہ ماضی کَ ضمیر واحد مذکر حاضر ●
فَرِيقٌ : آدمیوں کی جماعت، گروہ۔ فِرْقَةٌ کو گروہ کو کہتے ہیں لیکن فریق (گروہ) فِرْقَةٌ (گروہ) سے

جدا ہوتا ہے اس کی جمع اَفْرِقَةٌ - فُرْقٌ اور فُرُوقٌ ہے (قاموس) کَارِهُونَ : اسم فاعل جمع مذکر
حالت رفع، دل سے نفرت کرنے والے، کراہت کرنے والے، بیزار ۔ يُشَاقُّونَ : جمع مذکر غائب مضارع
مُشَاقَّةٌ مصدر (مفاعلة) وہ جھگڑتے جا رہے ہیں ۔ (لغات القرآن)

معلومات مزید : حضور علیہ الصلوۃ والسلام جب ذفران کے مقام پر پہنچے تو وہاں قیام فرمایا اسی جگہ
یہ اطلاع ملی کہ قریش کا لشکر بڑی شان و شوکت کے ساتھ بڑھا چلا آ رہا ہے تاکہ وہ اپنے قافلہ
کا بچاؤ کر سکے اس اطلاع نے ساری صورت حال کو بدل کر رکھ دیا پہلے مسلمان قافلہ کا تعاقب
میں بڑھے چلے آ رہے تھے اب اچانک معلوم ہوا کہ قافلہ تو بچ کر نکل گیا ہے اور قریش کا ایک لشکر
جرار کے ساتھ بڑھتے چلے آ رہے ہیں اس لئے اس مقام پر حضور سرور عالم نے مجلس مشاورت قائم کی
مہاجرین انصار، اوس، خزرج کے قبائل سب کو اس مجلس میں شمولیت کی دعوت دی۔ جب
سب جمع ہو گئے تو حضور نے موجودہ صورت حال سے ان کو آگاہ کیا اور پوچھا اب ارادہ
کیا ہے سب سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ اٹھے اور بڑی خوبصورت گفتگو کی پھر حضرت عمرؓ اٹھے
اور حضور نے بھی اپنے جذبہ جاں نثاری کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ پھر مقداد بن عمر اٹھے جن کی
تقریر اور بیان پر جوش تھا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے مقداد کے ان ایمان افروز جذبات
کو سن کر انہیں کلمہ خیر سے یاد فرمایا اور ان کے لئے دعا فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس کے بعد پھر فرمایا " اے لوگو! مجھے مشورہ دو " حضرت سعد بن معاذ یہ سن کر اٹھے
اور عرض کی " اے اللہ کے رسولؐ! یوں لگتا ہے جیسے حضور ہماری رائے پوچھ رہے ہیں"
حضور نے فرمایا " بے شک " تو سعد بن معاذ نے ایمان و فدائیت سے بھرپور تقریر کی
ان کے پاکیزہ اور مجاہدانہ جذبات کو سن کر حضور اکرمؐ نے بے حد خوشی کا اظہار فرمایا۔ پھر
فرمایا۔ روانہ ہو جاؤ اور تمہیں خوش خبری ہو کہ اللہ تعالٰی نے مجھے دو گروہوں میں سے ایک
گروہ پر غلبہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے"۔ مجلس مشاورت بخیر انجام پذیر ہو گئی اور
وہاں سے حضور انورؐ اور صحابہ بدر کے میدان میں پہنچے ۔

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور (وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا دو جماعتوں میں سے ایک کے لئے کہ وہ تمہارے ہاتھ آ جائے گی اور تم (یہ) چاہ رہے تھے کہ غیر مسلح جماعت تمہارے ہاتھ آ جائے درآں حالیکہ اللہ کو منظور یہ تھا کہ حق کا حق ہونا ثابت کر دے اپنے احکام سے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے ✱ (۸/۷ ✱ ت ام)

اس وقت کا واقعہ یاد کرو۔ اور تم چاہتے تھے دل سے کہ غیر مسلح بے طاقت گروہ یعنی قافلہ تمہارے ہاتھ لگ جائے تاکہ بغیر خطرے کے غنیمت کا مال مل جائے۔ حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ اللہ نے دو گروہوں میں سے ایک گروہ کا وعدہ کیا تھا لوگ چاہتے تھے کہ قافلہ ان کے ہاتھ لگ جائے کیونکہ قافلہ والوں میں زیادہ طاقت نہ تھی جب قافلہ نکل گیا اور ہاتھ نہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو لے کر قریش کے مقابلہ کے لئے جانا چاہا قریش میں چونکہ طاقت زیادہ تھی اس لئے (بعض) مسلمانوں کو تامل ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ حق کو ظاہر اور سربلند کرنا چاہتا تھا یعنی تم کو جہاد اور جنگ کا حکم دے کر بعض کے نزدیک کلمات سے مراد وہ وعدے ہیں جو اللہ نے دین کو غالب اور معزز کرنے کا ہیجان کیا تھا اور کافروں کی بیخ کنی کر دے (بحوالہ تفسیر مظہری)

لغوی اشارے ✱ طَآئِفَتَيْنِ : دو گروہ، دو جماعتیں، دو فرقے طائفة کا تثنیہ بحالت نصب و جر
حضرت ابن عباس رض، حسن بصری، مجاہد، قتادہ، سدی اور ابن جریج نے کہا کہ طائفتین سے مراد [illegible]
شَوْكَة : کانٹا، شوکت کے معنی اصل میں تو کانٹے کے ہیں مجازاً ہتھیار اور ہتھیار کی تیزی کے معنی میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے (لغات القرآن)

مفہومات ترجمہ : وہ وقت یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ فرمایا تھا کہ دو گروہوں میں سے ایک پر تمہیں غلبہ عطا کرے گا لیکن تم چاہتے تھے کہ قافلہ پر تمہیں نصرت ملے تاکہ بآسانی ہاتھ آ جائے اور مقابلہ کی سختی کا کوئی کھٹکا نہ رہے لیکن اللہ تعالیٰ کو دین حق کا غلبہ (اپنے احکام سے) اور باطل کی بیخ کنی منظور تھی۔

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ٥

تاکہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ثابت کر دے اگرچہ مجرموں کو ناگوار ہی ہو۔

(۸/۸ ✱ ت:م)

۸۔ ہم نے حق کو ظاہر کرنے کا ارادہ کیا۔ یہاں غزوہ بدر کے نتیجہ کا ذکر ہے یعنی یہ جنگ حق و باطل میں فیصلہ کن جنگ ہوئی (روح المعانی وغیرہ) ابطال سے مراد جھوٹ و بطلان کو ظاہر فرمانا ویبطل الباطل سے مراد ہے کفار قریش مکہ کا کفر یعنی اس جنگ کا دوسرا مقصد کفر کا بطلان ظاہر کرنا تھا۔ اسی صورت میں ہوا کہ تم کو ابوجہل جیسی جماعت سے آمنا سامنا کروا کر حق کو آزاد کر دیا وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ۔ یہاں مجرموں سے مراد کفار مکہ ہیں۔ کرہ سے مراد ہے دلی نفرت یا خلاف توقع شکست۔ وہ سمجھتے تھے کہ جنگ نہ ہوگی خواب دیکھ رہے تھے مگر ہوا یہ کہ پہلے ہی حملہ میں دو بچوں کے ہاتھوں ابوجہل قتل ہوا۔ (انوار التفاسیر)

لغوی اشارے ✱ باطل: غلط، ناحق، جھوٹ، حق کی نقیض اور ضد ہے جستجو کرنے سے جس چیز کے متعلق پتہ چلے کہ وہ بے ثبات ہے اس کو باطل کہتے ہیں۔ ہر قول یا فعل جو بے ثبات ہو باطل کہلاتا ہے ●

کرہ: واحد مذکر غائب ماضی معروف (باب سمع) (اگرچہ) ناپسند کریں۔ ناپسند کیا۔ کرہٌ کا صفت کا صیغہ ہے کریہٌ کے ہم معنی یعنی مکروہ، ناپسندیدہ ● الْمُجْرِمُونَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع معرفہ۔ صاحب جرم (لغات القرآن)

معلومات مزید: جو کچھ کیا اس لئے کیا کہ اسلام کو عملاً ثابت کر دے۔ اللہ کا فوجوں کی جڑ کاٹنا اس لئے چاہتا تھا کہ احقاق حق کر دے اور کفر کو باطل کر دے۔ یقطع دابر الکافرین میں ویبطل الباطل میں حقیقت تکرار نہیں اول جملہ تو صرف بیان مقصد کے لئے ہے اس کی غرض تو یہ ہے کہ اللہ کے مقصد اور مسلمانوں کے مقصد میں جو فرق تھا اس کو واضح کر دیا جائے اور دوبارہ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ سبب واضح کر دیا جائے جس کی بنا پر رسول اللہ ﷺ کو طاقتور لشکر سے مقابلہ کرنے کا حکم دیا گیا حتیٰ کہ خواہ اس بات کو ناپسند کریں۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝

جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری سن لی کہ میں تمہیں مدد دینے والا ہوں ہزاروں فرشتوں کی قطار سے (۸/۹ ✱ ت: ک)

۹۔ مسلم شریف کی حدیث ہے اور بدر روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کو ملاحظہ فرمایا کہ ہزار ہیں اور آپ کے اصحاب تین سو دس سے کچھ زیادہ (بروایت دیگر تین سو تیرہ) تو حضور اقدس قبلے کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے مبارک ہاتھ پھیلا کر اپنے رب سے یہ دعا کرنے لگے یا رب جو تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے پورا کر یا رب جو تو نے مجھ سے وعدہ کیا عنایت فرما یا رب اگر تو اہل اسلام کی اس جماعت کو ہلاک کر دے گا تو زمین میں تیری پرستش نہ ہوگی اسی طرح حضور دعا کرتے رہے یہاں تک کہ دوش مبارک سے چادر شریف اتر گئی تو حضرت ابو بکر رض حاضر ہوئے اور چادر مبارک دوش اقدس پر ڈالی اور عرض کی یا نبی اللہ آپ کی مناجات اپنے رب کے ساتھ کافی ہو گئی وہ بہت جلد اپنا وعدہ پورا فرمائے گا اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی ✱ چنانچہ اول ہزار فرشتے آئے پھر تین ہزار پھر پانچ ہزار (صدر الافاضل)

لغوی اشارے ✱ تَسْتَغِيثُونَ : تم فریاد کرتے ہو، تم فریاد چاہتے ہو۔ اِسْتِغَاثَةٌ سے جس کے معنی فریاد چاہنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع حاضر مذکر ● مُرْدِفِينَ : اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ اِرْدَاف مصدر باب افعال۔ ردف مادہ۔ پیچھے آنے والے، ایک کے بعد ایک آنے والے۔ پیچھے سے (مزید فرشتوں کو) لانے والے۔ ردف کا معنی ہے پیچھے آنا، تابع (لغات القرآن)

معلومات مزید : مردفین سے کہ جبرئیل ﷺ نازل ہوئے یعنی دعا فریاد قبول کر لی گئی۔ حضور اقدس نے فرمایا دیکھو یہ جبرئیل گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے مسلح ہو کر آئے ہیں۔ مردفین کے معنی یکے بعد دیگر۔ چنانچہ اول ہزار فرشتوں کی مدد کا وعدہ ہوا تھا پھر تین ہزار ہو گئے پھر پانچ ہزار۔ تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ بدر کے روز آسمان سے مسلح ہو کر مسلمانوں کی مدد کی غرض سے فرشتے نازل ہوئے جو مسلمانوں کو بھی دکھائی دیے۔

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ
اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

اور یہ تو اللہ تعالیٰ نے صرف تمہارے لیے مژدہ اور تمہارے دلوں کے اطمینان کے لئے کیا تھا اور فتح تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے کیوں کہ وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے (۸/۱۰ * ت: ج)

۱۰۔ پس ان ملائکہ کو کھلم کھلا نازل کرکے تمہاری مدد فرمائی اور وہ مدد کسی اور غرض پر مبنی نہ تھی صرف تمہاری خوشخبری کے لئے تھی تاکہ سب خوش ہو کر ثابت قدم ہو جاؤ اور اس امداد سے مطمئن ہوں تمہارے دل تاکہ تمہارے دل کا وہ خطرہ نکل جائے کہ ہم قلیل التعداد اور بے سروسامان ہیں۔ علی الاطلاق حقیقی فتح و نصرت نصیب نہیں ہوتی مگر اللہ تعالیٰ سے یعنی سبب و ذریعہ کے بغیر صرف اللہ تعالیٰ کی مدد ہوتی ہے باقی رہا ملائکہ کا نزول یا کثرت عدد اور دیگر جنگی سامان وغیرہ جو سب ذرائع و وسائل ہیں اس میں ذاتی طور پر کسی قسم کی تاثیر نہیں ہوتی ان ذرائع و اسباب پر فتح و نصرت کے لئے بھروسہ مت کرو اور نہ ہی ان کے نہ ہونے سے اللہ تعالیٰ کی مدد سے مایوس ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے کہ اس کے حکم پر نہ کسی کو غلبہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کے منصوبوں کو کوئی ٹال سکتا ہے وہ حکیم ہے جس طرح اس کی حکمت و مصلحت کا تقاضہ ہوتا ہے ویسے ہی کرتا ہے (روح البیان)

لغوی اشارے * البشریٰ: خوشخبری، ایسی خبر جس کو سن کر بشرہ پر مسرت و خوشی کے آثار نمایاں ہو جائیں

نزدیک، قریب، پاس، امام راغب نے لکھا ہے کہ

• النصر: مصدر، مدد، نصرت، مدد • عند: نزدیک، قریب، پاس، عند وہ لفظ ہے جو قرب کے لئے وضع کیا گیا ہے اس کا استعمال کبھی تو مکان یعنی جگہ کے لئے ہوتا ہے اور کبھی اعتقاد کے بارے میں اور کبھی قرب و منزلت کے سلسلہ میں (لغات القرآن)

مفردات ترجمہ: فرشتوں کا بھیجنا محض خوشی کے لئے تھا وہ یہ کہ تمہارے دل کو اطمینان کی صورت ہو ورنہ خدا تعالیٰ مدد کرنے پر ہر طرح قادر ہے اس کو تمہاری مدد کے لئے فرشتوں کی ضرورت نہیں ہے مدد تو در حقیقت خدا کی مدد تھی فرشتے تو مدد کی ظاہری صورت تھے نصرت و کامرانی مرحمت فرمانے والا تو خود رب تعالیٰ تھا جس کی قدرت بے اندازہ اور حکمت بے نظیر ہے۔

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۝ إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝

یاد کرو جب اللہ نے ڈھانپ دیا تمہیں غنودگی سے تاکہ باعث تسکین ہو اس کی طرف سے اور اتارا تم پر آسمان سے پانی تاکہ پاک کردے تمہیں اس سے اور دور کردے تم سے شیطان کی نجاست اور مضبوط کردے تمہارے دلوں کو اور جمادے اس سے تمہارے قدموں کو ۔ یاد کرو جب وحی فرمائی آپ کے رب نے فرشتوں کی طرف کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم ثابت قدم رکھو ایمان والوں کو، میں ڈال دوں گا کافروں کے دلوں میں (تمہارا) رعب سو تم مارو (ان کی) گردنوں کے اوپر اور چوٹ لگاؤ ان کے ہر جوڑ پر۔ (۸/۱۱، ۱۲ *ت: جن)

۱۱۔ اونگھ جو تم پر چھا رہی تھی وہ تم کو چین عطا کرنے کے لئے اللہ کی طرف سے نازل شدہ تھی ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا "جنگ میں اونگھ آجانا یہ خدا کی طرف سے نازل شدہ چین ہوتا ہے اور نماز میں اونگھ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے ۔ عبد بن حمید نے قتادہ کا قول نقل کیا ہے کہ اونگھ اللہ کی طرف سے نازل شدہ چین تھا اور اونگھ (کا نزول) دو بار ہوا ایک بار بدر کے موقع پر اور ایک بار احد کی جنگ میں اور (اس کے قبل) تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا تاکہ تم کو پانی کے ذریعہ (حدث اور جنابت سے) پاک کردے اور شیطانی وسوسہ کو تم سے دفع کردے (یعنی شیطان کا یہ وسوسہ دور کردے کہ باوجودیکہ تمہارا دعویٰ ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو تمہارے اندر اللہ کا رسول ہے لیکن پانی پر دشمن کا قبضہ ہونے کی وجہ سے تم ناپاکی کی حالت میں بغیر طہارت ہو) (اونگھ اور بارش اس لئے نازل ہوئی تاکہ) اور تمہارے دلوں کو مضبوط کردے اور بارش کی وجہ سے قدموں کو جمادے ۔ بارش سے ریت جم گئی سخت ہوگئی اس کے اندر دھنسنے سے قدم محفوظ ہوگئے یا قدموں کو جمانے سے مراد دل میں قوت پیدا کرنا اور برداشت، شدت پر ثابت قدم رکھنا ۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

۱۲۔ بدر کے روز کا واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو وحی بھیجی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت قدم رکھو یا ان کے شریک حال ہوکر یوں کہ جب کوئی اپنے ساتھ ایک جماعت کو مددگار دیکھتا ہے تو دل قوی ہو جاتا ہے یا اس طور سے کہ جس طرح شیاطین دل میں وسواس ڈالنے کا قابو دیا گیا ہے اسی طرح ملائکہ کو نیک خیال پیدا کرنے کا بھی قابو دیا گیا جس کو لمہ یا الہام کہتے ہیں سو ملائکہ نے مسلمانوں کے دل میں بہادری القا کی اور دلوں ہی کی قوت و ضعف پر

فتح و شکست ہے "سألقی فی قلوب الذین کفروا الرعب" یہ کلام بھی ملائکہ سے متعلق ہے اور ان سے یہ بھی کہا گیا تھا سو ملائکہ نے کفار کے دل میں رعب ڈال دیا اسی طرح "فاضربوا" کا بھی ملائکہ کو حکم ہوا تھا کیونکہ ملائکہ کو طریق جنگ معلوم نہ تھا سو ان کو بتلایا کہ ان مقامات پر مارو کہ ان سے آدمی جلد بیکار ہو جاتا ہے۔ (بحوالہ تفسیر حقانی)

لغوی اشارے * یُغَشِّیکُم : واحد مذکر غائب مضارع تَغْشِیَۃٌ مصدر۔ وہ تم پر چھا رہا تھا تم پر ڈھانک رہا تھا ● اَلنُّعَاسُ : اسم معرفہ مرفوع، اونگھ، خفیف نیند۔ بعض اہل علم نے اس جگہ نعاس سے مراد لیا ہے سکون، چین، شاید مراد یہ ہے کہ نعاس کے بعد مسلمانوں کو سکون اور اطمینان حاصل ہو گیا کیونکہ میدان جنگ میں گھمسان کی لڑائی کے وقت مسلمانوں کا اونگھ جانا اور اونگھ کے بعد تازہ دم ہو جانا اور سکون پانا تو صحیح روایات سے ثابت ہے ● مَاءً : نکرہ مجرور، پانی، اسم جنس ● یُذْھِبَ : واحد مذکر غائب مضارع منصوب اِذْھَابٌ مصدر (افعال) کہ لیجائے، زائل کردے، دور کردے ● رِجْزَ : عقوبت، بلاء، عذاب قاضی بیضاوی لکھتے ہیں کہ "رجز اصل میں وہ چیز ہے جس سے گھن آئے اور رجس بھی اسی کی طرح ہے (انوار التنزیل) علامہ زمخشری رقمطراز ہیں رجز اور رجس کے معنی عذاب کے معنی عذاب کے ہیں (الفائق فی غریب الحدیث) امام راغب فرماتے ہیں "رجز کی اصل اضطراب (یعنی تھرتھرانا اور جنبش کرنا ہے) ● یَرْبِطَ : واحد مذکر غائب مضارع رَبْطٌ مصدر (ضرب) وہ مضبوط کردے ● ثَبِّتُوْا : تم ثابت رکھو۔ تم استوار کرو۔ تم قائم رکھو تَثْبِیْتٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ● اَعْنَاقِ : گردنیں۔ عُنُقٌ کی جمع جس کے معنی گردن کے ہیں (لغات القرآن)

مفہومات مزید: نزول ملائکہ، عین جہاد کے موقع پر اونگھ طاری ہونا تاکہ سکون و چین نصیب ہو، بارش کا برسنا تاکہ طہارت کا سامان ہو اور قدم زمین پر جم جائیں، شیطانی وسوسوں سے دلوں کی حفاظت، امید و ڈھارس، یقینی نصرت، استقامت و استقلال، شجاعت خیزی یہ ثابت قدمی وغیرہ معرکہ بدر کے موقع پر اہل ایمان کے لئے خاص نعمتیں تھیں جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائیں۔

● بدر کا معرکہ بروز جمعہ ماہ رمضان کی سترہ تاریخ اور ہجرت کے دوسرے سال (۶۲۴) رونما ہوا۔ اس معرکہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مشرکین کے لشکر جرار پر فتح عظیم سے مالا مال فرمایا۔ مسلمانوں کی نصرت و حوصلہ افزائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن فرشتوں کو نازل فرمایا کہ وہ اہل ایمان کو ثابت قدم رکھنے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ الغرض نے غزوہ بدر کے موقع پر مسلمانوں کی حمایت میں جنگ میں عملاً حصہ لیا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۤقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاۤقِقِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

یہ اس لیے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کرے تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے (ت: ک ٭ ۸/۱۳)

سو۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرما دیا تھا (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) میں تمہارے ساتھ ہوں تم مومنین کو ثابت قدم رکھو۔ یہاں معاندین کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دوں گا تم ان کی گردنوں اور جوڑ جوڑ پر مارو۔ مقتولین بدر میں ابوجہل کا لشکر والا لشکر تھا پھر عقبہ بن ابی معیط قید کرکے قتل کر دیا گیا اور مشرکین کی تعداد پوری ہو گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی تھی اور شریعت و ایمان کو چھوڑنے کا پہلو اختیار کیا تھا۔ ارشاد ہے کہ جس نے اللہ اور رسول سے علیحدگی یعنی مخالفت اختیار کی کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ اپنی مخالفت کرنے والے پر غالب ہے، کسی بات میں اس کو لوٹا جو کہ نہیں اس کی مخالفت کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا (ابن کثیر)

لغوی اشارے ٭ شَاۤقُّوْا : وہ مخالف ہوئے مُشَاقَّةٌ شِقَاقٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ● شَدِيْدٌ : سخت مستحکم پکا شَدٌّ سے بروزن فعیل۔ صفت مشبہ کا صیغہ واضح رہے کہ شدید کے معنی بھینس بھی آتے ہیں اس صورت میں شَدِيْدٌ بمعنی مفعول بھی ہو سکتا ہے گویا مشدود یعنی بندھا ہوا اور بمعنی فاعل بھی کہ اس نے اپنی بھینس باندھ رکھی ہے ● عِقَابٌ : مار عذاب، سزا، عقوبت، سزا دینا عَاقَبَ يُعَاقِبُ کا مصدر ہے راغب نے لکھا ہے کہ عقوبۃ، معاقبۃ اور عقاب تینوں الفاظ عذاب کے لئے مخصوص ہیں۔ (لغات القرآن)

معلومات مزید : کفار قریش نے مکہ مکرمہ میں تیرہ برس تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام حق کی شدید ترین مخالفت کی اور اسلام کی اشاعت روکنے کے لئے اہل ایمان پر جس طرح ظلم و تشدد کیا اور بعد ہجرت بھی مسلمانوں کو ستانے اور پریشان کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی بالخصوص بدر میں انھیں اس خیال نے کہ ان کو بڑا بھاری نقصانات اٹھانے پڑے اور ہر طرف شرمناک شکست اٹھانا پڑی یہ دراصل ان کے کئے کی سزا تھی۔

ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ

(اے حق کے دشمنو!) یہ سزا ہے پس چکھو اسے نیز (یاد رکھو) کافروں کے لئے آتش (جہنم) کا عذاب بھی ہے۔ (۸/۱۴ * ت: ض)

ہوا۔ سخت عذاب کا یہ مزہ تو یہاں چکھو اور جان رکھو کہ کافروں کے لئے دوزخ کا عذاب بھی آخرت میں تیار ہے۔ یہ سزا جو فوری طور پر تم کو دی گئی اس کو جو اس سزا کے چکھو جو آخرت میں عذاب دنیوی سزا کے ساتھ آخرت کے عذاب میں بھی مبتلا ہونا محض کفر کی وجہ سے ہے ورنہ بد اعمالی کی وجہ سے اگر دنیا میں کوئی مصیبت آ پڑتی ہے تو وہ کفارہ ہو جاتی ہے ان شاء اللہ آخرت میں اس پر عذاب نہیں ہوتا۔ سورہ شوریٰ کی ... آیت میں ہے" اور جو مصیبت تم پر پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی کے سبب پہنچتی ہے اور وہ (کریم) درگزر فرما دیتا ہے (تمہارے) بہت سے گناہوں سے" حضرت علیؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر بیان فرمائی مراد یہ ہے کہ جو بیماری یا سزا یا مصیبت تم پر دنیا میں آتی ہے وہ تمہارے اعمال سے آتی ہے اور اللہ آخرت میں اس کی دوبارہ سزا دینے سے بہت بزرگ ہے (یعنی دوبارہ آخرت میں سزا نہیں دے گا) اور جس عمل کی سزا سے اس نے دنیا میں درگزر فرما لیا تو معافی کے بعد پھر آخرت میں اس کی سزا دینے سے اللہ مستغنی ہے بغوی"۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

لغوی اشارے: ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ: تم اس کو چکھو۔ اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔ ●

تشریحات مزید: اے مخالفو! بدخواہو! منکرو! یہ مذکورہ عذاب تو دنیا میں چکھو اس کے ساتھ ہی تم کو آخرت میں دوزخ کا عذاب بھی ہے دنیا کا عذاب تو بہت ہلکا ہے اس لئے اس کے لئے چکھنا ارشاد ہوا اصل عذاب تو آخرت کا ہے جب تو وہ دنیوی عذاب سارے کافروں کو ہے اس کے ذالکم جمع ارشاد ہوا اس جمع سے اشارہ بہت سارے عذابوں کی طرف ہے یعنی چکھو ان عذابوں کو آگ کا عذاب ان کے سوا ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا لَقِيتُمُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ ٱلْأَدْبَارَ ۝ ج

اے ایمان والو! جب کہ تم کفار سے (صف بصف) مقابل ہو جاؤ تو ان کو پیٹھ نہ دینا (۸/۱۵) *ت، ج

۱۵۔ اے ایمان والو! جب تصادم ہو گیا تو اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر بھاگ نہ جانا ہاں کوئی مصلحت کے طور پر بھاگے کہ گویا وہ خوف زدہ ہو گیا ہے تاکہ اس کا تعاقب کیا جائے پھر اکیلا پا کر پلٹ کر حملہ کر کے قتل کر دے تو ایسی مصلحت کے تحت بھاگنے میں حرج نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مصلحت کی وجہ سے پیچھے ہٹیں تو کوئی مضائقہ نہیں البتہ کمزوری اور بزدلی کی وجہ سے فرار اختیار کرنا (ناجائز ہے) یا اس غرض سے بھاگے کہ مسلمانوں کے دوسرے دستے میں جا ملے تاکہ جا کر ان کی مدد کرے یا وہ اس کی مدد کریں تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ وہ اپنے امام کی پناہ میں جانا چاہتا ہے۔ (بحوالہ ابن کثیر)

● لغوی اشارے ★ لَقِيتُمْ: بمعنی رأیتم ہے یعنی جب تم کفار کو اپنے مقابلے میں آتا دیکھو

زَحْفًا: میدانِ جنگ، گھمسان، لشکرِ کثیر (فتح) زَحَفَ يَزْحَفُ کا مصدر ہے۔

راغب اصفہانی لکھتے ہیں "اصل میں زَحْف کے معنی پاؤں کھینچ کر گھسٹنے کے ہیں جس طرح کہ بچہ چلنے کے قابل ہونے سے پہلے گھسٹتا ہے اور اونٹ تھک کر اپنے پاؤں گھسیٹنے لگتا ہے اور لشکر جب زیادہ ہو تو اس کا چلنا دشوار ہوتا ہے۔" اور علامہ زمخشری رقمطراز ہیں "زحف وہ انبوہ در انبوہ لشکر ہے جو کہ اپنی کثرت کی بنا پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا گھسٹ رہا ہے یہ زحف الصبی سے ہے جس کا استعمال بچہ کے سرین کے بل ذرا ذرا گھسٹنے کے لئے ہوتا ہے اور مصدر ہی اسم ہو کر مستعمل ہے۔ زحوف جمع ہے۔ (لغات القرآن)

معلومات مزید: حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک لشکر میں بھیجا وہاں ہمارے قدم اکھڑ گئے ہم مدینہ لوٹ رہے تھے مگر شرم سے حضور اقدس کی خدمت میں نہ آتے کہ ہم کس منہ سے سامنے جائیں۔ آخر کار جھجکتے کانپتے حاضر ہوئے فجر سے پہلے کا وقت تھا فرمایا "کون؟" ہم نے عرض کیا حضور! ہم ہیں بھگوڑے۔ فرمایا "تم فرار یعنی بھگوڑے نہیں ہو بلکہ عکار یعنی اپنی پناہ گاہ پاس آنے والے ہو" پھر فرمایا "میں مسلمانوں کی پناہ گاہ ہوں"

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

اور جو کوئی ان سے اپنی پشت اس روز پھیرے گا، سوا اس کے کہ پینترا بدل رہا ہو لڑائی کے لئے یا (اپنی) جماعت کی طرف پناہ لے رہا ہو تو وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے (۸/۱۶، *ت: م)

۱۶۔ جو کافروں کو قتال کے دن پیٹھ دے گا یعنی دشمنوں کو فریب دینے کے لئے اپنی شکست دکھائے اور مقصد یہ ہو کہ دشمن کو غافل بنا کر لوٹ کر حملہ کرے گا یا اگر لڑتے لڑتے تھک جائے تو اپنی جماعت سے آ ملے اور مقصد یہ ہو کہ تھکان دور ہونے کے بعد وہ دوبارہ جا کر لڑے گا۔ (تفسیر مظہری)

لغوی اشارے * يُوَلِّهِمْ : واحد غائب مضارع تَوْلِيَةٌ مصدر (تفعیل) جو ان کو پیٹھ دے گا

• يَوْمَئِذٍ : اسم ظرف منصوب، اِذٍ مضاف الیہ۔ اس دن۔ ایسے واقعات کے دن • مُتَحَرِّفًا : اسم فاعل منصوب مفرد تَحَرُّفٌ مصدر، باب تَفَعُّلٌ مڑنے والا، پھرنے والا۔ دشمن کو فریب دینے کے لئے پیٹھ پھیرنے والا تاکہ پلٹ کر حملہ کرے یا لوٹ کر مسلمانوں کی صف میں آکر مل جانے والا تاکہ مدد حاصل کر سکے اصل مادہ حَرْفٌ ہے جس کے معنی ہیں کنارہ • مُتَحَيِّزًا : اسم فاعل مفرد مذکر منصوب تَحَيُّزٌ مصدر باب تَفَعُّلٌ، مڑ کر سمٹ کر اپنی جماعت کی طرف آنے والا تاکہ ساتھیوں کی مدد لے کر دوبارہ حملہ کر سکے۔ اصل حَوْزٌ وادی ہے جس کا معنی ہے جمع کرنا، نگرانی رکھنا (نصر) متحیز پیچیدہ سانپ کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی سمٹا ہوا مڑا ہوا ہوتا ہے۔ اَحْوَزَ ثَوْبَهٗ اس نے اپنے کپڑوں کو سمیٹ لیا جمع کر لیا (باب افعال) •

مفہومات مزید: جو کوئی جہاد کے دن کفار کے مقابلہ سے بھاگتا تھا وہ دنیا میں تو اللہ کا غضب لے کر لوٹتا تھا کہ موت تو اسے وقت پر ہی آ دے گی مگر ایسی حرکت سے وہ گناہ۔ بدنامی مسلم قوم کی رسوائی۔ کفار کی جرأت بڑھ جانے مسلمانوں کی ہمت ٹوٹ جانے وغیرہ داغ لے کر لوٹتا تھا اور آخرت میں اس کا ٹھکانا دوزخ ہوتا دوزخ مجرم کے لئے بڑی ہی بری جگہ ہے۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ
وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ
مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

تم نے نہیں قتل کیا انہیں بلکہ اللہ نے قتل کیا انہیں اور (اے محبوب!) نہیں پھینکی آپ نے
(وہ مشت خاک) جب آپ نے پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تاکہ احسان فرمائے مومنوں پر
اپنی جناب سے بہترین احسان۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔ یہ تو
ہوا اور بلاشبہ اللہ کمزور کرنے والا ہے کفار کے مکر و فریب کو (۸/۱۷، ۱۸ * ت: ض)

۱۷۔ جب مسلمان لڑائی سے فارغ ہو کر لوٹے تو بعض لوگ کہنے لگے میں نے فلاں کو قتل کیا دوسرا بولا میں نے
فلاں دشمن کو مارا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اصل کلام اس طرح تھا اگر دشمن پر فتح یاب ہوئے
ہو تم فخر کرتے ہو تو غلطی کرتے ہو تم نے اپنے بل بوتے پر دشمنوں کو قتل نہیں کیا تمہاری قوت کثرت فتح
کی علت نہیں بلکہ اللہ نے غیرمعمولی مدد دے کر دشمنوں کو قتل کیا۔ حضرت عبداللہ بن ثعلبہ اور حضرت
ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مناجات کے وقت عرض کیا اگر تو اس جماعت
کو ہلاک کر دے گا تو (اس وقت تیری پرستار یہی گروہ ہی جماعت ہے اس لئے) زمین پر پھر کبھی
تیری عبادت نہ ہوگی۔ دعا کے بعد حضرت جبرئیل نے (آکر) عرض کیا ایک مٹھی خاک لے کر ان
لوگوں کے چہروں پر پھینکئے۔ (حضور علیہ السلام نے مشورہ پر عمل کیا) نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی مشرک ایسا نہ
بچا جس کی آنکھوں نتھنوں اور منہ میں خاک نہ پڑ گئی ہو بالآخر سب پیٹھ پھیر کر بھاگ پڑے
طبرانی اور ابوالشیخ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا مجھے ایک مٹھی کنکریاں دے دو حضرت علیؓ نے دے دیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاندین کے چہروں پر پھینک ماریں نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں کوئی
شخص ایسا نہ بچا جس کی آنکھوں میں کنکریاں نہ بھر گئی ہوں * اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کیا وہ دین
کو غالب کرنے اور دشمنوں کو مقہور کرنے کے لئے کیا اور اس لئے کیا کہ مومنوں کو نعمت عظیمہ
عنایت فرمائے فتح مال غنیمت اور آیات کا مشاہدہ کرا کے ایمان کی قوت اور جہاد و شہادت
کا ثواب جنت اور مراتب قرب اور اپنی خوشنودی عطا فرمائے۔ بے شک اللہ خوب سننے والا
یعنی ان کی فریاد اور دعا کو سننے والا اور ان کی نیتوں اور احوال کو خوب جاننے والا ہے۔ (تفسیر مظہری)
۱۸۔ یہ بلائے حسن کی طرف اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ اہل ایمان کو عطایا سے نوازے
اور کفار کے تمام مکر و فریب اور حیلے مٹائے اور ان کی تمام تدبیریں خاک میں ملا دے (روح البیان)

لغوی اشارے ★ رمیٰ: اس نے پھینکا رمی سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ● بلا: آزمائش
مصدر ہے جب اس کی ماضی باب سَمِعَ سے آتی ہے تو اس کے معنی بوسیدہ ہونے کے آتے ہیں
اور جب باب نَصَرَ سے آتی ہے تو امتحان و آزمائش کے معنی ہوتے ہیں۔ غم کو بھی بلا اسی
لئے کہتے ہیں کہ وہ جسم کو کھوکھلا کر دیتا ہے تکلیف کا نام بھی اسی لئے بلا ہوا کہ جتنی تکلیفیں ہیں سب
بدن پر اثر انداز ہیں ● مُوھِنُ: اسم فاعل واحد مذکر مضاف۔ وَھْنٌ مادہ کمزور کرنے والا ●
کَیْد: داؤں، فریب، چالاکی، سامان فریب ●

معلومات مزید: بدر میں غازیان اسلام کا اترنا تھا کہ دو شخص خدمت اقدس میں لائے گئے جنہوں
نے قریش کی تعداد، سرداران قریش جو مشرکین کے ساتھ آئے تھے ان کے بارے میں تفصیل سنائی
تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مکہ نے اپنے جگر پارے نکال پھینکے ہیں۔ پھر آپ نے بارگاہ ایزدی
میں مناجات کی۔ حضور نے حضرت علیؓ سے فرمایا مجھے ریگ کی خاک دو آپ نے پیش کی تو حضور اقدس
نے شاہت الوجوہ کہہ کر وہ خاک کفار کی طرف پھینکی تو سارے کفار کی آنکھوں میں وہ دھول بیٹھ گئی
یہ واقعہ بدر کی فتح کا پیش خیمہ تھا اللہ تعالیٰ نے چند ساعتوں ہی میں مسلمانوں کو فتح کی عزت بخشی
کفار میں ستر مقتول اور ستر گرفتار ہوئے۔ البتہ ۱۳ غازیوں نے جام شہادت نوش کیا۔ جب آپ اس
فتح کے بعد اپنے اپنے کارناموں کا ذکر اور ان پر فخر کرنے لگے تو آیت بالا نازل ہوئی۔

● ذٰلکم سے اشارہ ان نعمتوں کی طرف ہے یعنی اہل ایمان کو ابھی جو نعمتیں عطا ہو رہی ہیں انہیں کے لیے
اگلی نعمتیں آئندہ ملیں گی ★ یا المستقر پوشیدہ کی خبر ہے کہ تم کو انعام دنیا ہی مقصود ہے
المستقر کی خبر یعنی اس حقیقت کے مقصود ہیں ایک تم کو انعام دنیا اور اکرام سے نوازنا اور ساتھ ہی
کافروں کے فریب و مکر کو کمزور بنانا مقصود بتایا ہے۔

★ نیکی بندہ خود نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائید اس کے ساتھ ہوتی ہے تو وہ نیکی کی طرف مائل
ہوتا ہے ★ اللہ کی عطا و کرم نیت کے موافق ہوا کرتے ہیں۔ نیت خیر ہے تو بندہ کی مدد اللہ کی قدرت
کرتی ہے ★ حضرت رفاعہ بن رافع کی روایت ہے کہ حضرت جبرئیل نے رسول اللہؐ سے دریافت کیا
آپ کے اہل بدر کو اپنے اندر کس درجہ پر جانتے ہیں حضورؐ نے فرمایا وہ تمام مسلمانوں سے
افضل ہیں۔ حضرت جبرئیل نے عرض کیا ملائکہ میں بھی یہی مرتبہ ان ملائکہ کا ہے جو بدر میں
شریک ہوئے تھے ★ جنگ بدر میں جو لوگ (کفار میں سے) بچ گئے تھے وہ بعد میں مسلمان ہو گئے اور انہیں ایمان کی
نعمت مل گئی مومنین کو راہ حق میں جہاد کا اور ان میں بعض کو شہادت کا (شرف ملا) اور غازیوں کو مال غنیمت
مل گیا اور ملائکہ کو بھی اسی کا شرف حاصل ہو گیا۔

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا
نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اگر تم فیصلہ چاہتے تھے تو فیصلہ تمہارے سامنے آموجود ہوا، اور اگر تم باز آجاؤ تو وہ تمہارے حق میں بہتر ہے، اور اگر تم پھر وہی کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے اور تمہاری جماعت تمہارے ذرا کام نہ آئے گی گو (گنتی میں) زائد ہو۔ اور (جانے رہو) کہ اللہ تو ایمان والوں کے ساتھ ہے (۸/۱۹ * ت:م)

وا۔ کفار جب مکہ سے روانہ ہوئے تھے تو غلاف کعبہ پکڑ کر انہوں نے دعا مانگی تھی۔ اب کفار سے کہا جا رہا ہے کہ جو دعا تم نے مانگی تھی وہ قبول ہوئی۔ جو حق پر تھا وہ غالب ہوا (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے حق پرست ساتھی جو حق و صداقت پر ہی غلبہ پاتے) اور جو باطل سے چمٹے ہوئے تھے وہ مغلوب رہے۔ اب (بھی وقت ہے) باز آجاؤ۔ تمہارے معیار کے مطابق حق واضح ہو گیا اب تو کسی قسم کی غلط فہمی نہیں رہی اگر پھر بھی تم نے حق کو قبول نہ کیا اور اس کی مخالفت سے باز نہ آئے تو یاد رکھو تمہیں آئندہ بھی ایسی ہی اندوہناک شکستوں سے دوچار ہونا پڑے گا فتح کا معنی فیصلہ بھی کیا گیا ہے * اے کفار! جب تم تائید خداوندی سے محروم ہو اور مسلمان اس نعمت سے مشرف ہیں تو پھر خود ہی سوچو کیا تمہاری کامیابی کا کوئی امکان رہ جاتا ہے۔ میدان میں تم پورے تیار اور مسلح ہو اور تمہاری تعداد بہت زیادہ ہے لیکن خود ہی بتاؤ کیا تم اللہ تعالیٰ کی طاقت سے ٹکر لے سکتے ہو (بحوالہ ضیاء القرآن)

لغوی اشارے * تَسْتَفْتِحُوْا : تم فتح چاہتے ہو۔ تم فیصلہ چاہتے ہو "اِسْتِفْتَاحٌ" سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ان شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہو گیا ● اَلْفَتْحُ : اسم مصدر (حالت رفع) یہ لفظ قرآن مجید میں بار بار آیا ہے پارہ ۹ میں فیصلہ ہلاکت مراد ہے یعنی جس کا فروں نے دعا کی تھی ان کی ہلاکت کا فیصلہ آ پہنچا (سیوطی) پارہ ۱۵، ۲۱ میں بھی آخری فیصلہ مراد ہے اور پارہ ۳۰ میں فتح مکہ مراد ہے (تحلیل) امام راغب کے نزدیک حاکم اور عملی بھی مراد ہو جانا جائز ہے ● خَیْرٌ : بہتر، بھلا، نیکی، بھلائی، نیک کام، جو چیز سب کو پسند ہو وہ خیر ہے عقل، عدل، فضل اور اشیاء نافعہ۔ شر اس کی ضد ہے (لغات القرآن)

معروضات مزید * عام مفسرین کے نزدیک کفار کی طرف خطاب ہے کہ تم جنگ سے پہلے کعبہ کا پردہ پکڑ کر کہتے تھے کہ اے اللہ جو دین حق ہو اس کو فتحیاب کر چنانچہ ابوجہل نے بھی ایسا ہی کہا تھا سو تم نے فتح دیکھ لی۔ یعنی اسلام غالب رہا اور اگر تم باز آؤ اور توبہ کرو تو تمہارے حق بہتر ہے اور اگر تم پھر مقابلہ کرو گے تو ہم پھر اسلام کو فتحیاب کریں گے اور تمہاری کثرت و شوکت کچھ کام نہ آئے گی کیونکہ ہم ایمانداروں کے ساتھ ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور سن سنا کر اس سے نہ پھرو (۲۰/۸ * ت: ک)

۲۰۔ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ؐ کے حکم پر چلو اور اس کا کہنا ماننے سے روگردانی مت کرو
اور تم (اعتقاد سے) سن تو لیتے۔ عنہ کی ضمیر رسول اللہ ؐ کی طرف راجع ہے کیونکہ اصل
مقصود رسول اللہ ؐ کی اطاعت کا حکم اور ان کی مخالفت کی ممانعت ہی ہے اطاعت خدا
کا ذکر تو بطور تمہید ہے اور اس بات پر تنبیہ کرنے کے لئے ہے کہ اللہ کی اطاعت حقیقت میں
رسول ہی کی اطاعت ہے بعض علماء کے نزدیک جہاد کی طرف راجع ہے یعنی جہاد سے روگردانی
نہ کرو۔ بعض کے نزدیک اطاعت کی طرف راجع ہے جو اطیعوا کے اندر ضمناً مذکور ہے۔ سننے سے
مراد ہے قرآن مجید اور مواعظ رسول ؐ کو سننا اور تصدیق کرنا۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

لغوی اشارے * اَطِيْعُوْا: تم اطاعت کرو، تم حکم مانو۔ اِطَاعَةٌ سے امر کا صیغہ
جمع مذکر حاضر ● تَوَلَّوْا: انہوں نے پشت پھیری، انہوں نے منہ موڑا، تَوَلِّيٌ سے، ماضی کا
صیغہ جمع مذکر غائب * لَا تَوَلَّوْا - نہ پھرو ● تَسْمَعُوْنَ: تم سنتے ہو، تم سنو گے سَمْعٌ اور
سَمَاعٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (لغات القرآن)

معلومات مزید: اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت دراصل عقائد
اسلام ہے اور شریعت مطہرہ کا ستون بنیاد ہے۔ قرآن مجید کے واضح حکم کے بعد بھی اللہ اور
اس کے رسول کی اطاعت میں کوتاہی بے حد تعجب خیز بات ہے۔ یہاں حکم دیا جا رہا ہے کہ اللہ اور
اس کے رسول کے احکام ماننے اور اطاعت کرنے سے اعراض نہ کرو تعمیل کے سلسلہ میں
روگردانی نہ کرو۔ جو اطاعت رسول کرے درحقیقت اس نے اللہ کی اطاعت کی

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝

اور تم ان لوگوں جیسے نہ ہو جاؤ جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے (۸/۲۱ ✱ ت: ج)

رہو۔ امر و نہی کی مخالفت کر کے نہ ہو جاؤ ان لوگوں جیسے جنہوں نے کہا ہم نے سنا اور مانا حالانکہ وہ سنتے تو ہیں لیکن مانتے نہیں اور وہ سنتے اس لئے ہیں کہ وہ سن کر اس کی تردید کریں جیسے کافروں نے کہا کہ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ہم نے سن کر نافرمانی کی یا جیسے منافقین نے کیا کہ ان کا دعویٰ تھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات تہ دل سے مانتے ہیں حالانکہ وہ صرف زبان سے ایسا کہتے تھے ورنہ ان کے دل تو کفر و تکذیب سے لبریز تھے۔ (روح البیان)

لغوی اشارے ✱ تَكُوْنُوْا : تم ہو، تم ہوتے ہو، تم ہو گے۔ كَوْنٌ سے، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نونِ اعرابی عامل کے سبب حذف ہو گیا ہے ● سَمِعْنَا : ہم نے سنا، ہم نے سمجھا سَمْعٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ● يَسْمَعُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع مرفوع مثبت سَمْعٌ سے وہ سنتے ہیں، وہ گوش ہوش سے سنتے ہیں۔ منفی : وہ بگوش قبول نہیں سنتے، وہ نہیں سنیں گے (لغات القرآن)

مفہومات مزید ✱ سن لینے کے بعد عمل نہ کرنا کفار، معاندین، مخالفین، منافقین کا طریقہ ہے لہٰذا جو کچھ حکم ہو اس کی اطاعت کرنا ایمان و سعادت کی علامت ہے۔ یہاں یہ ہدایت ہو رہی ہے کہ تم ایمان و اطاعت والے ہر شخص چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول ؐ کے ہر حکم کو بجالائیں اخلاص کے ساتھ اطاعت کے راستے پر گامزن رہیں ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو سننے کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن عملاً کوتاہی، سستی، لاپرواہی اور غفلت کرتے ہیں سنے ہوئے حکم پر عمل نہیں کرتے۔ کیونکہ جو سن کر فائدہ نہ اٹھائے اور اس پر عمل نہ کرے اس کا سننا درحقیقت سننا ہی نہیں ہے۔ یہ حال منافقین و مشرکین کا ہے۔ مسلمانوں کو ان سے دور رہنے کا حکم ہے

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝

بے شک سب جانوروں سے بدتر اللہ کے نزدیک وہ بہرے گونگے (انسان) ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔
(ش: ت * ٢٢/٨)

٢٢۔ جانور تو جس فطرت پر پیدا شدہ ہیں اسی ڈھرے پر چل رہے ہیں گویا خدا کے مطیع ہیں انسان تو ازروئے فطرت عبادت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں پھر بھی یہ خلاف فطرت کرتے ہیں۔ اس وجہ سے جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ اسی لئے انہیں جانوروں سے تشبیہ دی اور فرمایا کہ ان کی مثال ان جانوروں کی سی ہے جو پکارنے والے کا مطلب کچھ نہیں سمجھتا صرف آواز کو سنتا ہے۔ پھر فرمایا بلکہ یہ تو جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ ایسے ہی لوگ انتہائی غفلت میں ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد قریش کے بنی عبدالدار کے لوگ ہیں بعض کا خیال ہے کہ اس سے منافق مراد ہیں۔ تو مشرکین اور منافقین میں کوئی منافات نہیں اس لئے یہ دونوں فرقے بے عقل اور بے سمجھ ہیں اور عمل صالح کرنے کی ان میں صلاحیت ہی نہیں
(بحوالہ ابن کثیر)

لغویات درس ★ شَرَّ: برائی، شر جس سے سب کو نفرت ہو وہ شر ہے (یہ) خیر کی ضد ہے ●
دَوَآب: چلنے والے، جانور، چارپائے، کیڑے، دَآبَّۃٌ کی جمع ● صُمٌّ: بہرے أَصَمُّ کی جمع ●
بُکْمٌ: گونگے، اَبْکَم کی جمع جس کے معنی پیدائشی گونگے کے ہیں

معلومات مزید ★ وہ لوگ جو حق سننے سے بہرے ہوں، حق بولنے سے گونگے، حق سمجھنے سے بے عقل ہوں وہ سارے جانوروں تک سے بدتر ہیں کہ انہیں اللہ نے حواس دیئے عقل دی تو لوگوں نے انہیں صحیح مصرف میں خرچ نہ کیا عقل نہ ہونا جرم نہیں عقل ہو اور اسے دین کا ذریعہ نہ بنانا سخت جرم ہے۔

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ۭ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ
مُّعْرِضُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ
لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ
اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

اور اگر اللہ ان میں کچھ بھلائی جانتا تو انھیں سنا دیتا جب بھی ایمان کا رُخ منہ پھیر کر پلٹ جاتے * اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمھیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمھیں زندگی بخشنے گی اور جان رکھو اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دل ارادوں میں حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ تمھیں اسی کی طرف اٹھنا ہے۔ (ک: ت * ۲۴،۲۳/۸)

۲۳۔ اگر خدا جانتا ہوتا کہ یہ سمجھانے سے سمجھ جائیں گے اور ان میں کوئی خیر ہو سکتی ہے تو اللہ انھیں سنا تا یعنی سننے کی قوت دیتا۔ تقدیر کلام یہ ہے کہ چونکہ ان میں خیر ہی نہیں اس لئے وہ سمجھتے ہی نہیں ہیں اور اگر انھیں (خدا) سنا بھی دے تو بھی یہ کمبخت سیدھی راہ اختیار نہ کریں گے اعراض ہی کریں گے۔ (تفسیر ابن کثیر)

۲۴۔ سدیؒ نے کہا زندہ کرنے والی چیز سے مراد ہے ایمان کیونکہ کافر مردہ ہے۔ قتادہؒ نے کہا قرآن مراد ہے اسی سے زندگی نجات اور دونوں جہان میں عذاب سے بچاؤ حاصل ہوتا ہے۔ مجاہدؒ نے کہا حق مراد ہے ابن اسحاق کے نزدیک جہاد مراد ہے جہاد کے ذریعہ سے ہی اللہ نے ذلت کے بعد عزت عطا فرمائی قتیبی کے نزدیک شہید ہونا مراد ہے۔ شہداء کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے ۝ ... بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (اور) رزق دیے جاتے ہیں۔ شاد ہیں ... الخ (۱۶۹/۳) * ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ نماز پڑھ رہے تھے رسول اللہ ﷺ کا ان کی طرف گزر ہوا آپ نے ان کو آواز دی حضرت ابی بن کعب جلدی جلدی نماز پوری کر کے حاضر خدمت ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میں نے تم کو پکارا تھا تو تم نے فوراً (حاضری) کیوں نہیں (دی) (میری دعوت پر لبیک کیوں نہیں کہا اور کیوں حاضر نہیں ہوئے) حضرت ابیؓ نے عرض کیا "میں نماز میں تھا" فرمایا کیا اللہ نے نہیں فرمایا ہے "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمھیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمھیں زندگی بخشنے گی ...." حضرت ابی بن کعب نے عرض کیا یا رسول اللہ بے شک حضور ﷺ کی دعوت پر لبیک ضروری تھی آئندہ جب کبھی آپ پکاریں گے میں ضرور جواب دوں گا خواہ نماز میں (کیوں نہ) پڑھتا ہوں۔ یہ حدیث تائید کرتی ہے کہ جس کام کی دعوت رسول اللہ ﷺ نے دی ہو اس کی تعمیل ضروری ہے * اور جان رکھو کہ اللہ آڑے آجایا کرتا ہے آدمی اور اس کے قلب کے درمیان یعنی مردہ کر دیتا ہے اور اطاعت خداوندی کی فرصت جو اس وقت

حاصل ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب نبی بلائیں اس وقت کو غنیمت سمجھو بھلائیوں کی طرف تیزی سے بڑھو اور دلوں میں اللہ کی فرمانبرداری کے لئے خلوص پیدا کرو ★ اور بلاشبہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے پس وہی تم کو تمہارے اعمال کی سزا جزا دے گا (تفسیر مظہری)

لغوی اشارے ★ مُعْرِضُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع، رخ گردانی کرنے والے، منہ موڑنے والے، اجتناب کرنے والے۔ اِعْرَاضٌ مصدر باب افعال۔ رخ گردانی کرنا، منہ پھیر لینا، اصل استعمال میں اگر اعراض کے بعد لام آئے تو سامنے آنے کا معنی ہوتا ہے جیسے اَعْرَضَ لِیْ، وہ میرے سامنے آیا، میرے سامنے نمودار ہوا اور اگر اعرض کے بعد عن آئے تو رخ پھیرنے، منہ موڑنے اور اجتناب کرنے کا معنی ہوتا ہے جیسے اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ "اس نے میری یاد سے منہ موڑا" اجتناب "هُمْ عَنْ آیَاتِنَا مُعْرِضُوْنَ" وہ ہماری نشانیوں سے منہ پھیرنے والے ہیں۔ کثرت استعمال کی وجہ سے بغیر ذکر عن کے بھی منہ پھیرنے کا معنی مراد ہوتا ہے گویا اعراض کا معنی ہی رخ گردانی اور اجتناب ہو گیا ● اِسْتَجِیْبُوْا: تم حکم مانو۔ تم قبول کرو۔ اِسْتِجَابَۃٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ● یُحْیِیْکُمْ: واحد مذکر غائب مضارع اِحْیَاءٌ سے کُمْ ضمیر مفعول۔ وہ تم کو زندگی دے گا ● یَحُوْلُ: واحد مذکر غائب مضارع منصوب۔ حَوْلٌ مصدر (نصر) اللہ آڑ بن جاتا ہے۔ "اس لئے بغیر ارادہ الٰہیہ کے نہ کوئی مومن ہو سکتا ہے نہ کافر (سیوطی) (لغات القرآن)

متفرقات مزید ★ ایک بار کفار مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں عرض کیا کہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ سچے رسول ہیں تو ہمارے مورث اعلیٰ قصی بن کلاب اور دوسرے مردوں کو زندہ کرکے ہمارے سامنے کر دیں وہ ہم سے کہیں کہ آپ سچے رسول ہیں تو ہم آپ پر ایمان لائیں گے کیونکہ قصی بہت نیک اور سچا آدمی تھا جس پر اب بھی اعتماد ہے اس پر یہ آیت "ولو علم اللہ ... الخ نازل ہوئی (خازن، کبیر، بیضاوی وغیرہ)

● اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو کسی عبث اور غیر ضروری بات کی طرف نہیں بلاتے بلکہ اس کی طرف بلاتے ہیں جس میں تمہاری زندگی ہے یعنی قرآن پاک کی طرف کیونکہ یہ کلام حق تمہاری حیات روحانی کا باعث ہے اور ممکن ہے کہ جہاد بالخصوص مراد ہو کیونکہ اس میں شہادت نصیب ہوتی ہے جو حیات ابدی کا باعث ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے بلانے پر فوراً لبیک کہو اور حکم بجا لانے میں دیر نہ کرو۔ شاید دل اس پر نہ رہے دل اللہ کے ہاتھ ہے اور اللہ اول کی بات دل کو روکتا نہیں اور عمل نہیں کرتا جب بندہ کا مال کرے تو اس کی فراہمی روک دیتا ہے یا منع کرے حق پرستی نہ کرے تو مہر کر دیتا ہے۔ اور جانو کہ تمہیں اسی کی طرف جانا ہے اور وہی تم کو تمہارے اعمال کا بدلہ دینے والا ہے۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

اور ڈرتے رہو اس وبال سے جو (خاص) انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے ظلم کے مرتکب ہوتے ہیں اور جان لو کہ اللہ سخت سزا دیتا ہے۔ (۸/۲۵ ✶ ت م)

۲۵۔ اور اس فتنہ سے ڈرتے رہو جو ہرگز تم میں خاص ظالموں کو ہی نہ پہنچے گا بلکہ اگر تم اس سے نہ ڈرے اور اس کے اسباب یعنی ممنوعات کو ترک نہ کیا اور وہ فتنہ نازل ہوا تو یہ نہ ہوگا کہ اس میں خاص ظالم اور بدکار ہی مبتلا ہوں بلکہ وہ نیک اور بد سب کو پہنچ جائے گا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو حکم دیا کہ وہ اپنے درمیان ممنوعات نہ ہونے دیں یعنی اپنے مقدور تک برائیوں کو روکیں اور گناہ کرنے والوں کو گناہ سے منع کریں اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو عذاب ان سب کو عام ہوگا خطاکار اور غیر خطاکار سب کو پہنچے گا۔ حدیث شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مخصوص لوگوں کے عمل پر عذاب عام نہیں کرتا جب تک کہ عام طور پر وہ ایسا نہ کریں کہ ممنوعات کو اپنے درمیان ہوتا دیکھتے رہیں اور اس کے روکنے اور منع کرنے پر قادر ہوں باوجود اس کے نہ روکیں نہ منع کریں جب ایسا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ عذاب میں عام و خاص سب کو مبتلا کرتا ہے۔ (صدر الافاضل حاشیہ کنز الایمان)

لغوی اشارے ✶ اِتَّقُوْا : تم ڈرو۔ پرہیزگاری اختیار کرو۔ اِتِّقَاءٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر • فِتْنَةً : لغت میں فَتْنٌ کے معنی ہیں سونے کو آگ میں تپا کر کھرا کھوٹا جانچنا یا آگ میں ڈالنا (تاج) قرآن حکیم میں لفظ فتنہ اور اس کے مشتقات کو مختلف معانی کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ آزمانا، فتنہ انداز، آزمائش کرنا، آفت، مصیبت، فساد، شر و انگیزی، مال و اولاد، باہم فساد، خانہ جنگی، کفر، بدنظمی، خرابی، تختۂ مشق، عبرت، ایذاء، دکھ، عذاب، عذاب۔ • خَآصَّةً : خاص کر، چن کر۔ خصٌّ سے جس کے معنی مخصوص کرنے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث (لغات القرآن)

معلوماتِ مزید ✶ جس فتنہ سے ڈرایا گیا ہے وہ نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے منع کرنے سے رک جانا ہے یعنی جس قوم میں فسق و فجور کا بازار گرم ہو اور علی الاعلان احکام شریعت کی خلاف ورزی کی جاتی ہو وہاں اہل علم اور ارباب اثر و اقتدار کا خاموشی اختیار کر لینا اور بدکاروں اور نافرمانوں کو ان کی بداعمالیوں سے نہ روکنا ایک ایسا فتنہ ہے جس کا وبال ساری قوم کو اٹھانا پڑتا ہے۔ اور جب کسی قوم کو اللہ کی راہ میں جان دینے سے زندگی زیادہ عزیز معلوم ہونے لگتی ہے تو ساری قوم کو ذلت و غلامی کی بیڑیاں پہنا دی جاتی ہیں۔ خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اور (اس وقت کو) یاد کرو جب کہ تم زمین میں کم اور مغلوب تھے (مکہ میں) ڈرا کرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک نہ لیں پھر اس نے تم کو جگہ دی اور اپنی مدد سے زور دیا اور اچھی روزی دی تاکہ تم شکر کیا کرو۔ (ح : ت ✱ ۸/۲۶)

۲۶ - اللہ کا یہ فضل بھی ہمیشہ یاد رکھو کہ پہلے تم تھوڑے تعداد میں تھے دوسرے زمین کے کفار تم کو کمزور و ضعیف سمجھتے تھے تمہارا کوئی ٹھکانا نہ تھا تم کو ہر دم کھٹکا لگا رہتا تھا کہ کہیں ہم کو دنیا کے کفار اچک نہ لے جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر کئی کرم کئے اول یہ کہ تم بے ٹھکانوں کو ٹھکانہ دیا دوسرے یہ کہ تم کو ہر موقع پر غیب سے مدد بھیجی اور تیسرے یہ کہ تم کو حلال روزیاں مختلف قسم کی عطا کیں یہ تمام کرم نوازیاں اس لئے کیں کہ تم ان پر فخر نہ کرو بلکہ شکر کرو جیسی نعمت ویسا شکریہ (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے ✱ مُّسْتَضْعَفُوْنَ : اسم مفعول جمع مذکر مرفوع۔ استضعاف۔ مصدر باب استفعال۔ ناتوان۔ کمزور سمجھے گئے۔ عاجز پائے جانے والے لوگ ۞ تَخَافُوْنَ : تم ڈرتے ہو تم ڈرو گے۔ خوف سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۞ يَّتَخَطَّفَكُمْ : واحد مذکر غائب مضارع معروف تَخَطُّفٌ مصدر (تفعل) کُمْ ضمیر مفعول کہ تم کو اچک لیں۔ جھپٹ لیں ۞ اَيَّدَكُمْ : تم کو قوت دی۔ تمہاری مدد کی۔ اس میں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے ۞ طَيِّبٰتِ : ستھری چیزیں، نفیس اشیاء، پاک چیزیں، پاکیزہ چیزیں، عمدہ چیزیں۔ (لغات القرآن)

مفہومات مزید : اپنے اس وقت کو یاد کرو کہ جب کہ تعداد میں تم کم تھے اور ناتوان و کمزور بھی اس لئے باطل طاقتوں سے اس وجہ سے ہیبت زدہ بھی رہا کرتے تھے کہ کہیں وہ تمہیں تمہاری کم تعداد کی وجہ سے جھپٹ نہ لیں سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر کرم خاص کیا کہ تمہیں جگہ عطا فرمائی کہ تم نہایت اطمینان کے ساتھ وہاں رہا کرتے ہو اور پھر تمہیں قلت سے نکال کر کثرت عطا کی تمہیں طاقت و قوت سے مالا مال فرمایا تمہیں صاف ستھری پاکیزہ عمدہ روزی بخشی۔ (جیسا کہ مال غنیمت سے بھی مراد ہو سکتا ہے) ان ساری عنایتوں اور نعمتوں کی سرفرازی اس لئے تھی کہ تم شکر ادا کرتے رہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ٥

اے ایمان والو! نہ خیانت کرو اللہ اور رسول سے اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں میں اس حال میں کہ تم جانتے ہو (۸/۲۷ * ت: ص)

۲۷۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اللہ کے فرائض کو ترک کرنا اللہ سے خیانت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ترک کرنا رسول اللہؐ سے خیانت ہے اور اللہ کے وہ فرائض و اعمال جو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں اور جن کا امین اللہ نے اپنے بندوں کو بنایا ہے وہ انسانوں کی امانتیں ہیں یعنی ترک فرض و سنت نہ کرو اور فرائض پوشیدہ کو بھی ادا کرو۔ قتادہؒ نے کہا فرائض ہوں یا حدود ہوں یا دین اللہ کی امانت ہے اس امانت کو ادا کرو (اس کی ادائیگی میں خیانت اور کمی نہ کرو) اور جس کے پاس جو امانت جس کسی کی ہو وہ صاحب امانت کو ادا کرے * امام احمد نے حضرت ابوہریرہؓ کی مرفوع روایت سے ایک حدیث نقل کی ہے رسول اللہؐ نے فرمایا جس سے مشورہ لیا جائے وہ امانت دار بنا جاتا ہے (خیانت کے ساتھ دانستہ غلط مشورہ نہ دینا چاہیے) (تفسیر مظہری)

لغوی اشارات * تَخُونُوْا: تم خیانت کرنے لگو، تم چوری کرنے لگو (ن ص ر) خیانة سے جس کے معنی خیانت کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ خیانت اور نفاق دونوں کی حقیقت ایک ہی ہے فرق اتنا ہے کہ خیانت امانت اور عہد میں ہوتی ہے اور نفاق دین میں ہوتا ہے خیانت کے معنی ہیں پوشیدہ طور پر عہد شکنی کر کے حق کے خلاف کرنا۔ امانت اور خیانت دونوں باہم نقیضین ہیں۔ لَا تَخُوْنُوْا: خیانت نہ کرو، دغا نہ کرو● (لغات القرآن در ترجمہ متعددہ)

معلومات مزید * اللہ تعالیٰ کی امانتوں میں خیانت نہ کرو یعنی قرآن، ایمان، ظاہری و باطنی اعضاء کی طاقتیں، قوتیں، صحت جو تمہارے پاس اللہ کی امانتیں ہیں اس کام میں خرچ کرو جس کے لئے یہ دی گئی ہیں نہ اللہ کے رسول کی خیانت کرو، سنتیں اور آپ کے جو تعلیم دے گئے ہیں ان میں خیانت نہ کرو ان کا حق اطاعت و اتباع کے ذریعہ کرو پھر آپس میں ایک دوسرے کی امانتیں ادا کرو ان میں خیانت نہ کرو مسلمانوں کی جان، مال، عزت زندہ تمہارے پاس ان کی امانتیں ہیں انہیں برباد نہ کرو

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ
سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

اور جان رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک آزمائش ہے اور یہ کہ بڑا اجر تو اللہ ہی کے پاس ہے * اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہیں ایک مفید کی چیز دے دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ ہے ہی بڑے فضل والا۔ (۸/۲۸، ۲۹ * ت: م)

۲۸۔ فتنہ سے آزمائش اور امتحان مراد ہے کہ اولاد دے کر آزماتے ہیں کہ تم شکر کرتے ہو یا نہیں اور اولاد کی ذمہ داریاں بجا لاتے ہو یا نہیں۔ یا یہ کہ ان کی محبت میں خدا سے غافل ہو جاتے ہو۔ اگر اس امتحان میں پورے اترو گے تو اللہ کے پاس اجر عظیم ہے۔ اور فرمایا کہ شر اور خیر کے ذریعہ ہم تم کو آزمائیں گے اور فرمایا کہ اے مومنو! تمہاری اولاد اور تمہارے اموال خدا کی یاد سے تم کو غافل نہ بنا دیں اگر ایسا ہوگا تو تم بڑے گھاٹے میں رہو گے اور فرمایا تمہاری بیویاں اور تمہاری اولاد کے بارے میں احتیاط کو پیش نظر رکھو اللہ تعالیٰ (کی عطا اور سرفراز کردہ) ثواب اور اس کی جنت اس مال اور اولاد سے کہیں بہتر ہیں۔ اللہ پاک دنیا اور آخرت کا مالک ہے قیامت میں اس کے پاس ثواب عظیم ہے۔ حدیث میں ہے "اے ابن آدم! تو مجھے ڈھونڈ میں مل جاؤں گا" میں تجھے مل گیا تو سمجھ لے سب کچھ مل گیا اور اگر تو نے مجھے کھو دیا تو سب کچھ کھو دیا۔ چاہیے کہ میں تیرے پاس ہر چیز سے زیادہ محبوب رہوں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزوں میں تو مزہ یعنی حلاوت ایمان ہے (۱) اللہ اور رسول کا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہونا (۲) جس سے بھی محبت اور خلوص ہو تو صرف اللہ کی خاطر اور للہیت کے طور پر ہو ذاتی غرض شامل نہ ہو (۳) آگ میں جھونک دیا جانا بہتر سمجھے بہ نسبت اس کے کہ اسلام کے بعد مرتد ہو جائے بلکہ رسول کی محبت کو اموال و اولاد پر بھی مقدم سمجھے جیسا کہ حدیث میں ہے "خدا کی قسم ایمان نصیب ہی نہیں اگر اپنی جان و مال و اولاد سے زیادہ مجھے نہ چاہو۔" (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

۲۹۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو ان امور میں جن کے بجا لانے اور جن سے بچنے کا حکم ہے اس کے سبب سے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ بنا دے گا حق و باطل سے جدا کرنے والا یعنی تمہارے قلوب میں ایسا امر پیدا فرما دے گا جس سے تم حق و باطل کا امتیاز کر سکو گے یا تمہاری مدد فرمائے گا جس سے تمہیں اہل حق و باطل کا امتیاز ہو گا یعنی اہل ایمان کو اعزاز دے گا اور اہل باطل کو ذلیل فرمائے گا اور تمہاری برائیاں چھپا دے گا اور تمہیں بخش دے گا یعنی تمہارے گناہ معاف فرما کر ان سے درگزر

فرماتے گا اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا فضل والا ہے۔ تقویٰ پر دو عطا فرمانا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے نہ یہ کہ اس کا فضل و کرم تقویٰ پر منحصر ہے جیسے کوئی آقا اپنے غلام سے فرمائے کہ فلاں کام سر انجام دو تمہیں انعام ملے گا اس سے غلام کو آقا کی مہربانی سمجھنی چاہیے نہ یہ کہ آقا کا احسان و انعام اس عمل کی وجہ سے ہوتا ✱ آیت میں تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے شریعت کا تقویٰ اپنی امکانی طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے اور حقیقت کا تقویٰ یہی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے (روح البیان)

لغوی اشارات ✱ تقویٰ: پرہیزگاری۔ بچنا۔ تقویٰ، اِتَّقٰی سے اسم ہے۔ لغت میں تو تقویٰ کے معنی ہیں نفس کا اس چیز سے بچانا اور حفاظت میں رکھنا کہ جس کا خوف ہو لیکن کبھی کبھی خوف کو تقویٰ سے اور تقویٰ کو خوف سے بھی موسوم کرتے ہیں جس طرح سے کہ سبب بول کر مسبب اور مسبب بول کر سبب مراد لیتے ہیں۔ عرف شرع میں "تقویٰ" نفس کو ہر اس چیز سے بچانے کا نام ہے جو گناہ کی طرف لے جائے یہ بات ممنوعات کے اجتناب سے حاصل ہوتی ہے مگر اس کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے کہ بعض مباحات کو بھی ترک کر دیا جائے چنانچہ مروی ہے (حلال کھلا ہوا ہے اور حرام کھلا ہوا ہے اور جو چراگاہ کے گرد چرائے گا تو اس کے حال کو دیکھتے ہوئے یہ خطرہ ہے" درست معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس میں داخل ہو جائے) علماء نے تقویٰ کے تین درجے بتائے ہیں۔ ادنیٰ، اوسط اور اعلیٰ۔ ادنیٰ درجہ تقویٰ کا ایمان ہے کہ جس کے ذریعہ دوزخ کے دائمی عذاب سے رہائی حاصل ہوتی ہے اور اوسط درجہ ہر اس چیز کا چھوڑ دینا ہے کہ جس کا کرنا باعث گناہ ہو تا آدمی کو گنہگار بنا دے لیکن صغائر پر اصرار نہ ہو اور کبائر سے بالکلیہ اجتناب ہو اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ باطن کو ہر اس چیز سے محفوظ رکھا جائے جو ماسوی اللہ میں مشغول کرے یہ تقویٰ کا حقیقی درجہ ہے۔ تَتَّقُوْا: تم بچتے رہو، تم ڈرتے رہو تم پرہیزگار رہو۔ اِتِّقَاءٌ سے جس کے معنی پرہیز کرنے بچنے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی کے آنے سے محذوف ہو گیا ہے (لغات القرآن)

معلومات مزید ✱ مال اور اولاد سے بڑھ کر کوئی آزمائش نہیں۔ حضور انور ﷺ کے پاس ایک بچہ لایا گیا حضور نے اسے بوسہ دیا اور فرمایا یہ اولاد انسان کو بخیل بھی بنا دیتی ہے اور بزدل بھی اور یہ اللہ کے پھول ہیں (مظہری)۔ جو اس قسم کی محبت کے باوجود احکام الٰہی کی تعمیل میں کوتاہی نہیں کرتا یقیناً وہ کامیاب ہے

● اے مومنو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو کہ اس کے احکام پر عمل کرو اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچتے رہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں تین خصوصی نعمتوں سے مالا مال فرمائے گا۔ ۱۔ تمہیں وہ ہدایت عطا کرے گا جس کے لیے درست کی پہچان ہوگی ۲۔ تمہارے سارے گناہ مٹا دے گا تم کو پاک و صاف کر دے گا۔ ۳۔ تمہارے عیوب چھپا لے گا تم کو دونوں میں عزت عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑے فضل و کرم والا ہے۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝

اور (اے محبوب!) یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں بند کر لیں یا شہید کر دیں یا نکال دیں اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر

(۸/۳۰ ٭ ت:ک)

۳۰۔ حضرت ابن عباسؓ سے نقل ہے کہ سرداران قریش کی اہم جماعت نے مجلس شوریٰ کی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ضرر رسانی کے درپے ہوئے اس مجلس میں ابلیس بھی شیخ کی صورت میں آیا قریش نے پوچھا تم کون ہو اس نے جواب دیا میں اہل نجد کا شیخ ہوں۔ میں بھی چلا آیا تاکہ میری نصیحت اور مشورے سے تم محروم نہ رہو۔ ایک شخص نے رائے دی کہ انہیں (یعنی حضور اقدسؐ کو) قید کر دیا جائے۔ شیخ نجدی چیخ اٹھا کہ میری تو ہرگز یہ رائے نہیں کیونکہ ان کا رب انہیں وہاں سے نکال لے جائے گا۔ دوسرے نے رائے دی کہ ان کو اپنے ملک ہی سے نکال باہر کر دیا جائے۔ شیخ نجدی نے کہا یہ رائے بھی ٹھیک نہیں کیونکہ ان کی شیریں زبانی سے وہ پورے عرب کو ملا لیں گے وہ اور ان کے حامی مل کر تمہیں وطن سے نکال دیں گے ابوجہل نے کہا ہر قبیلہ سے تم ایک ایک نوجوان چن لو جو بہادر ہو ہر ایک کے پاس تلوار ہو سب مل کر ان پر دفعۃً وار کریں جب قتل ہو جائیں تو ان کا خون قبائل میں بٹ جائے گا۔ یہ ممکن نہیں کہ بنی ہاشم سارے قبیلوں سے لڑائی مول لیں مجبوراً بنی ہاشم کو دیت قبول کرنی پڑے گی۔ شیخ نجدی نے کہا یہ رائے ٹھیک ہے اسی پر سب کا اتفاق ہوا۔ ادھر جبریلؑ آئے اور حضور اقدسؐ کو کافروں کی سازش کی اطلاع دے دی۔ اور آپ کو ہجرت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ قریش اپنی سازش کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر فرما رہا ہے اور اللہ بہترین تدبیر فرمانے والا ہے (خلاصہ تفاسیر ابن کثیر، مظہری، روح البیان و جلالین)

لغوی اشارے ٭ يَمْكُرُ : واحد مذکر غائب مضارع مَکْرٌ مصدر (نصر) خفیہ تدبیریں کر رہا تھا، کر رہا تھا ● (لغات القرآن)

معلومات مزید ٭ قریش کے قبائل کے نوجوان جب شمشیر بکف کاشانہ اقدس کا محاصرہ کیے ہوئے تھے تو حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے اذن ہجرت دیا نے حضرت علیؓ کو شب میں اپنی خوابگاہ میں رہنے کا حکم دیا اور فرمایا بچھونے پر چادر شریف اوڑھ کر سو رہو تمہیں کوئی ناگوار بات پیش نہ آئے گی اور باہر آ کر ایک مٹھی خاک دست مبارک میں لی اور آیت انا جعلنا فی اعناقہم اغلالا پڑھ کر محاصرین کی طرف پھینکا جس کی اثر سے سب اندھے ہو گئے اور حضور ان کے درمیان سے نکل کر مع حضرت ابوبکر صدیقؓ غار ثور تشریف لے گئے۔ مشرکین رات بھر دولت سرائے اقدس کے باہر محاصرہ کیے رہے صبح جب قتل کے ارادے سے حملہ آور ہوئے تو دیکھا حضرت علیؓ ہیں۔ اپنی ناکامی پر جھنجھلاتے ہوئے تلاش کے لیے نکلے تو غار ثور تک پہنچے مکڑیوں کے جالے دیکھ کر واپس لوٹے حضورؐ حضرت صدیق اکبرؓ کے ساتھ اس غار میں تین دن ٹھہرے اور پھر مدینہ منورہ روانہ ہوئے

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

اور جب ان کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں (اچھا جی) سن لیا اگر چاہیں تو ہم بھی ایسا کہہ سکتے ہیں یہ تو صرف پہلے لوگوں کے قصے ہیں (۸/۳۱ ★ ت: ج)

۳۱۔ ابن جریر نے سعید بن جبیر کی روایت سے لکھا ہے کہ بدر کے دن عقبہ بن ابی معیط، طعیمہ بن عدی اور نضر بن حارث گرفتار ہونے کے بعد مارے گئے۔ نضر بن حارث کو حضرت مقدادؓ نے گرفتار کیا تھا جب نضر کو قتل کرنے کا حکم دیا تو حضرت مقدادؓ نے عرض کی کہ یہ میرا قیدی ہے۔ تب ارشاد ہوا کہ یہ اللہ کی کتاب کے متعلق ایسی باتیں کہتا تھا (یعنی یہ پرانے داستان ہیں، اساطیر الاولین کہتا تھا لہٰذا اس کا قتل ضروری ہے) اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے۔" اور جب ان کو ہماری آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں۔" یعنی نضر بن حارث کہتا ہے چونکہ نضر کے قول پر سب راضی تھے اس لئے قول کی نسبت سب کی طرف کر دی۔ "ہم نے (قرآن) سن لیا اگر ہم چاہیں تو ہم ایسا ہی (کلام) کہہ سکتے ہیں۔" ان کا قول انتہائی عناد اور جاہلانہ خصوصیت کا مظہر تھا دس سال تک قرآن ان کو مقابلہ کی دعوت دیتا رہا کہ اگر ایسا کلام بنا سکتے ہو تو بنا کر لاؤ (لیکن وہ ایک چھوٹی سی سورت کی مثال پیش نہ کر سکے) (بحوالہ مظہری)

لغوی اشارے ★ تُتْلٰی: وہ پڑھی جاتی ہے، اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ تِلَاوَۃٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ● اَسَاطِیْرُ: کہانیاں، من گھڑت لکھی ہوئی باتیں۔ اُسْطُوْرَۃٌ کی جمع وہ جھوٹی خبر جس کے متعلق یہ اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ گھڑ کر لکھ دی گئی ہے سطورہ کہلاتی ہے (لغات القرآن) اساطیر جمع ہے اسطورہ کی جس کا مادہ سطر ہے۔ سطر کا ترجمہ ہے لائن، صف، جیسے درختوں کی، نمازیوں کی، کتاب کی سطر اس کی جمع اسطر، سطور، اسطار ہے جمع کی جمع اساطیر ہے (روح المعانی)

معلومات مزید ★ نضر بن حارث بغرض تجارت مکہ سے حیرہ وغیرہ جاتا رہا ہے کہانیوں کی کتابیں وہ رستم و کسریٰ کے قصوں کی و دوسری کتابیں خرید لایا جب حضور اکرم ﷺ پہلی امتوں کے عبرت آموز حالات بیان کرتے تو وہ بڑے غرور سے کہتا کہ ایسی باتیں اور حکایتیں تو میں بھی سنا سکتا ہوں (بحوالہ قرطبی)۔ وہ ڈھٹائی سے دعوے کرتے کہ اگر ہم چاہیں تو ایسی کتاب بنا سکتے ہیں لیکن بار بار کے اصرار کے باوجود پوری کتاب تو بڑی بات نہ ایک سورت کی مثال بنا سکے نہ ایک آیت کی طرح کوئی چیز پیش کر سکے وہ سب کے سب بے بس، لاچار اور بے زبان و بے حیثیت ہو گئے۔

وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝

اور جب انہوں نے کہا اے اللہ! اگر یہی (قرآن) سچ تیری طرف سے ہے تو برسا ہم پر پتھر آسمان سے اور لے آ ہم پر دردناک عذاب (۳۲/۸ * ت: جن)

۳۲۔ اور اے محبوب! یاد کیجیے جب نضر اور اس کے تابعداروں نے کہا کہ یہ قرآن تو "اساطیر الاولین" ہے * رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حق تعالیٰ کا کلام ہے * انہوں نے کہا اے اللہ اگر یہ قرآن حق ہے تیرا کلام پاک ہے اور تیری طرف سے نازل شدہ ہے یعنی راست و درست ہے پس ہم پر پتھر برسا جو نازل ہونے والے ہوں آسمان سے جو ہم پر بطور سزا برسے۔ جیسے لوط علیہ السلام کی قوم اور اصحاب فیل پر پتھر برسے تھے یا کوئی عذاب لا جیسے سابقہ امتوں پر آئے اس سے کفار تہکم و استہزا کرنا چاہتے تھے مروی ہے کہ نضر بن حارث پر زائد از دس آیتیں نازل ہوئیں اس نے جو کچھ مانگا تھا اسے بدر میں مل گیا۔ غور کیجیے کہ اس بدبخت نے ضد و عناد یا جہالت و حماقت سے مذکورہ دعا مانگی تھی جو بدر میں اس کی اسیری و بادی رتبہ قتل کی صورت میں پوری ہوئی۔ (بحوالہ روح البیان)

لغوی اشارے * اَمْطِرْ: تو برسا۔ اِمْطَارٌ سے جس کے معنی برسانے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ مشہور لغوی ابو عبیدہ نے تصریح کی ہے کہ مَطَرَ کا استعمال بارانِ رحمت میں ہوتا ہے امطر کا نزول عذاب میں (فتح القدیر شوکانی) ● حِجَارَة: پتھر، حجر کی جمع (لغات القرآن)

معلومات مزید: صحیحین کی روایت میں آتا ہے کہ اس قول کا قائل ابو جہل تھا طبرانی وغیرہ دوسری روایتوں میں نضر بن حارث کا نام آتا ہے۔ ماجدی میں حوالوں سے لکھا ہے کہ بہرحال ایک کا نام دوسرے کے منافی نہیں اور جیسا کہ محدث حافظ ابن حجر نے تصریح کیا ہے ممکن ہے دونوں نے کہا ہو۔ یہ بھی بہ آسانی ممکن ہے کہ کہنے والا کوئی ایک ہو اور باقی ہم زبان نسبت سے قریش ہو گئے ہوں قول کا قائل کوئی بھی ہو بہرحال وہ کوئی مشرک ہی تھا۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝

حالانکہ اللہ ایسا نہیں کرنے کا کہ انہیں عذاب دے اس حال میں کہ آپ ان میں موجود ہوں اور نہ اللہ ان پر عذاب لانے کا ہے اس حال میں کہ وہ استغفار کر رہے ہوں (۸/۳۳ *ت:م)

سورۃ۔ اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو" کیونکہ رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گئے ہو اور سنت الٰہیہ یہ ہے کہ جب تک کسی قوم میں اس کے نبی موجود ہوں ان پر عام بربادی کا عذاب نہیں بھیجتا جس سے سب کے سب ہلاک ہو جائیں اور کوئی نہ بچے ایک جماعت مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت نازل ہوئی جب آپ مکہ مکرمہ میں مقیم تھے پھر جب آپ نے ہجرت فرمائی اور کچھ مسلمان رہ گئے جو استغفار کرتے تھے تو وَمَا كَانَ مُعَذِّبَهُمْ نازل ہوا جس میں بتایا گیا کہ جب تک استغفار کرنے والے ایماندار موجود ہیں اس وقت تک بھی عذاب نہ آئے گا * اس آیت سے ثابت ہوا کہ استغفار عذاب سے امن میں رہنے کا ذریعہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لئے دو امانیں اتاریں ایک میرا ان میں تشریف فرما ہونا دوسرا ان کا استغفار کرنا (حاشیہ کنزالایمان۔ صدرالافاضل)

لغوی اشارے * مُعَذِّبَهُمْ : اسم فاعل واحد مذکر منصوب مضاف ھم ضمیر مضاف الیہ ان کو سخت دکھ دینے والا ● يَسْتَغْفِرُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع مثبت استغفار سے معافی مانگتے ہیں۔ (لغات القرآن)

مفہومات مزید * اے محبوب! یہ لوگ اپنے منہ سے اپنی ہلاکت مانگ رہے ہیں مگر ہم اس کے باوجود ان پر غیبی آسمانی عذاب نازل نہیں کریں گے اس لئے کہ آپ ان میں تشریف فرما ہو آپ رحمت عالم بن کر آئے ہوئے ہیں اگر ان پر عذاب آ جائے تو آپ کی رحمت کا ظہور کیسے ہو اور ان پر عذاب نہ آنے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ان میں مومنین صالحین بھی ہیں وہ دن رات اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگتے رہتے ہیں ان کی دعا اور استغفار کی برکت سے یہ سب عذاب سے بچے ہوئے ہیں۔

وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوٓا
أَوْلِيَآءَهُۥ ۚ إِنْ أَوْلِيَآؤُهُۥٓ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ○ وَمَا
كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ
بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ○

اور انہیں کیا ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ کرے وہ تو مسجد حرام سے روک رہے ہیں اور وہ اس کے اہل نہیں۔ اس کے اولیاء تو پرہیزگار ہی ہیں مگر ان میں اکثر کو علم نہیں * اور کعبہ کے پاس ان کی نماز نہیں مگر سیٹی اور تالی تو اب عذاب چکھو بدلہ اپنے کفر کا۔ (۸/۳۴، ۳۵ * ت: ک)

۳۴۔ ان کے لیے کونسی شے حائل ہے جو ان کے عذاب نہ کرنے کا سبب ہے کہ انہیں کسی قسم کا عذاب ہی نہ ہو جب مانع نہ رہا اور انہیں مہلت دی گئی اس سے بھی انہوں نے فائدہ نہ اٹھایا تو انہیں لامحالہ عذاب ہوتا اور انہیں عذاب کیوں نہ ہو جب کہ ان کا حال یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کو روکتے ہیں مسجد حرام سے یعنی کعبہ کے طواف سے (جیسے حدیبیہ کے سال ہوا) انہی کے اس روکنے سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور وہ کہتے کہ ہم ہی بیت اللہ شریف کے متولی ہیں ہم جسے چاہیں بیت اللہ شریف میں جانے دیں جسے چاہیں تو نہ جانے دیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا اور وہ اس کے اہل نہیں یعنی بیت اللہ میں وہ کسی قسم کا استحقاق نہیں رکھتے اس لئے کہ وہ مشرک ہیں اور مشرک کو اللہ تعالیٰ کے گھر کی تولیت کیسی۔ اس کے اولیاء صرف پرہیزگار ہیں یعنی وہ لوگ جو شرک سے بچتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی پرستش نہیں کرتے لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے کہ وہ بیت اللہ کے متولی نہیں ہو سکتے۔ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بعض جانتے تھے کہ ہم کعبہ معظمہ کی تولیت کے اہل نہیں اس لیے! وہ بڑے کٹر معاند تھے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں اکثر سے مراد کل ہے جیسے کبھی قلت سے عدم مراد ہوتا ہے (بحوالہ روح البیان)

۳۵۔ بغوی نے حضرت ابن عباسؓ کا بیان نقل کیا ہے کہ قریش کعبہ کا طواف برہنہ ہو کر کیا کرتے تھے اور طواف کی حالت میں سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے ابن جریر نے بحوالہ سعید بیان کیا ہے کہ رسول اللہؐ کے طواف کے دوران قریش آپ کے سامنے آجاتے آپ سے ٹھٹھا کرتے اور سیٹیاں بجاتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ لوگ قبیلہ عبدالدار کے تھے سعید بن جبیر نے کہا تصدیہ سے مراد ہے مسلمانوں کو مسجد حرام اور دین اور نماز سے روکنا * یہاں مراد کافروں کی وہ حرکات ہوں گی جن کو نماز کے قائم مقام انہوں نے بنا رکھا تھا حکم تو دیا گیا تھا مسجد میں نماز پڑھنے کا اور انہوں نے بجائے نماز کے ان حرکات کو اختیار کیا * اب تم عذاب کو چکھو کفر کرتے رہنے کے عوض عذاب سے مراد ہے بدر کی

لڑائی میں مارا جانا بعض کے نزدیک عذاب آخرت مراد ہے (بحوالہ تفسیر مظہری)

لغوی اشارے ★ يَصُدُّوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع مرفوع صَدٌّ مصدر (نصر) وہ اعراض کرتے ہیں۔ باز رہتے ہیں۔ وہ روکتے ہیں ● أَوْلِيَآءَهٗ : اس کے دوست أَوْلِيَآءَ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ● مُكَآءً : مصدر منہ سے سیٹی اور انگلیوں سے سیٹی بجانا (قاموس) (باب نصر) مُكُوٌّ بھی مصدر ہے اور مَكِيَ مَكًا (باب سمع) مضبوط پکڑنا تَمَكَّى (باب تفعل) پسینہ سے تر ہو جانا۔ مَكْوٌ اسم لومڑی اور خرگوش وغیرہ کا بھٹ أَمْكَاءٌ اور مُكِيٌّ جمع (قاموس و تاج) (لغات القرآن)

معلومات مزید ★ مشرکین اور کفار پر عذاب الٰہی کے نازل ہونے کا سبب یہ بھی تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کو بیت اللہ شریف میں نماز پڑھنے سے روکتے۔ انہیں یہ سخت مغالطہ تھا کہ وہ کعبہ معظمہ کے متولی ہیں اور انہیں یہ حق حاصل ہے کہ جسے چاہیں بیت اللہ میں عبادت حق تعالیٰ سے روک دیں حالانکہ وہ ہرگز تولیت کعبہ کے اہل نہ تھے۔ اللہ کے گھر کے متولی تو بلاشبہ وہ لوگ ہیں جو متقی اور پرہیزگار ہوں۔

● کفار قریش دشمنان دین حق جو حرکتیں گھروں بازاروں اور میلوں وغیرہ میں کیا کرتے تھے وہی حرکات اللہ تعالیٰ کے پاک گھر میں بھی کیا کرتے جس وقت بیت اللہ شریف میں آکر سیٹیاں تالیاں بجاتے تھے طواف میں ان حرکتوں کو وہ عبادت سمجھ کر خود کو ثواب کا مستحق سمجھتے تھے ان کو ان حرکتوں کے عوض ان سے کہا جائے گا کہ آج اپنے کفر و سرکشی بدعملی ٹھٹھا مذاق اور بے ہودہ حرکتوں کا مزہ عذاب شدید کی صورت میں چکھو

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ۝

کافر تو اپنا مال اس لیے خرچ کیا کرتے ہیں کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے رستے سے روکیں سو ابھی اور بھی خرچ کریں گے مگر آخر وہ ان کے لیے حسرت و افسوس کا باعث ہو جائے گا پھر بھی وہ مغلوب ہو کر رہیں گے اور کفر کرنے والے جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے۔ (۸/۳۶ ✶ ت: ج)

۳۶۔ کافر اپنا مال خرچ کرتے ہیں تاکہ خدا کا راستہ روک دیں اور وہ روپیہ خرچ کریں گے اور یہی مال ضائع ہو جائے گا تو پھر حسرت ہی اٹھائیں گے ہم انہیں دوبارہ مغلوب کر دیں گے اور وہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے۔ بہر تقدیر یہ آیت عام ہے چاہے کسی بارے میں اتری ہو اور اگرچہ سبب نزول خاص ہو۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اتباع طریق حق سے روکنے کے لئے کفار روپیہ پیسہ خوب خرچ کرتے ہیں لیکن ان کے یہ اموال ضائع جائیں گے انہیں حسرت و ندامت لاحق ہوگی۔ وہ اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو کامل کرنا چاہتا ہے خواہ یہ کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو اللہ اپنے دین کا ناصر اپنے کلمہ کو غالب کرنے والا ہے (منکرین و معاندین حق) کے لئے دنیا میں رسوائی ہوتی اور آخرت میں عذاب دوزخ ہوتا جو زندہ بچا اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور اپنے کانوں سے سن لیا کہ کیسی رسوائی سے انہیں سابقہ پڑا اور جو مر گیا یا قتل ہو گیا وہ ابدی رسوائی اور سرمدی عذاب سے دوچار ہو گیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

لغوی اشارے ✶ حَسْرَةً : افسوس، پشیمانی، پچھتاوا۔ حَسِرَ يَحْسَرُ کا مصدر ہے ● ثُمَّ : پھر حرف عطف ہے، ماقبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے خواہ یہ متاخر ہونا بالذات ہو یا باعتبار مرتبہ کے یا وضع کے لحاظ سے ہو ● يُغْلَبُونَ : جمع مذکر غائب مضارع مجہول مرفوع غَلَبَۃٌ مصدر (ضرب) وہ مغلوب ہوں گے ● يُحْشَرُونَ : جمع مذکر غائب مضارع مجہول حَشْرٌ سے ان کو جمع کیا جاتا تھا۔ ان کو کھینچ لیا جائے گا (لغات القرآن)

معلومات مزید ✶ کفار دشمنی میں مال تو خرچ کرتے ہیں لیکن وہ مال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنے کے لئے خرچتے ہیں بلکہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ، اس کے ذکر اس کی یاد اور اس کی عبادات سے روکنے کے لئے صرف کرتے ہیں۔ انہوں نے دیکھ لیا کہ انہیں کس قدر مغلوب ہونا پڑا کتنی حسرت اور ندامت اٹھانی پڑی آئندہ بھی اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کا انجام حسرت ناک ہی ہوگا۔

لِيَمِيزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

تاکہ الگ کر دے اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے اور رکھ دے سب ناپاکوں کو ایک دوسرے کے اوپر۔ پھر اکٹھا کر دے ان سب کو۔ پھر ڈال دے اس مجموعے کو جہنم میں یہی تو نقصان اٹھانے والے ہیں۔ (۸/۳۷ * ت: ص)

۳۷۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اہل سعادت کا امتیاز اہل شقاوت سے ہے کہ مومن کافر سے ممتاز ہو جائے اور یہ بھی محتمل ہے کہ امتیاز سے مراد آخرت کا امتیاز ہو جیسا کہ فرمایا "ہم مشرکین سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شرکاء اپنی جگہ ٹھہرے رہو پھر ہم ان کے درمیان فرق کر دیں گے" اور فرمایا کہ جب قیامت ہوگی تو وہ الگ الگ ہو جائیں گے اور فرمایا کہ اے مجرمو تم آج مومنوں سے الگ ہو جاؤ اور اس مطلب کا بھی احتمال ہے کہ اس دنیا میں ہی امتیاز مقصود ہو کہ مومنین کے اعمال جدا اور کافروں کے جدا * قتادہ کہتے ہیں کہ ... طور پر مال خرچ کرنے کے سبب خبیث کو طیب سے اللہ نے جدا کر دیا * (جملہ ناپاک اہل معصیت جمع کیے جائیں گے) سب جہنم میں ڈال دیے جائیں گے اور ٹوٹے خسارے میں رہیں گے۔

(بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

لغوی اشارات * یَمِیْزَ: واحد مذکر غائب مضارع منصوب۔ مَیْزٌ مصدر (ضرب) وہ الگ الگ کر دے۔ چھانٹ دے ● یَرْکُمَہٗ: واحد مذکر غائب مضارع۔ رَکْمٌ مصدر (نصر) ہٗ ضمیر مفعول۔ اس کو تہ بہ تہ کر کے ڈھیر لگا دے ● خَبِیْث: خبیث، گندی چیز، ناپاک، پلید۔ ہر وہ چیز جو ردی اور خسیس ہونے کے سبب بری معلوم ہو خبیث کہلاتی ہے۔ (ل ق)

معروضات مزید * تاکہ اللہ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے اور جملہ ناپاکوں کو ایک دوسرے سے ملا کر سب کو جوڑ کر جہنم رسید کرے۔ ناپاک سے کافر اور پاک سے اہل ایمان مراد ہیں یا گناہ اور ثواب مراد ہیں۔ مظہری میں ہے کہ ناپاک سے مراد وہ مال ہے جو رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں کفار نے صرف کیا تھا اور پاک سے مراد وہ مال ہے جو رسول اللہ ﷺ کی مدد میں مسلمانوں نے صرف کیا تھا۔ یہ سب گھاٹا اٹھانے والے ہیں۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ○

آپ کہہ دیجئے (ان) کافروں سے کہ اگر یہ لوگ باز آجائیں گے تو جو کچھ پہلے ہو چکا، وہ انھیں معاف کر دیا جائے گا اور اگر وہی (عادت) دہراتے رہیں گے تو (ہمارا) معاملہ بھی اگلوں کے ساتھ گزر چکا ہے (۸/۳۸ ✱ ت: م)

۳۸۔ آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ کفر، عداوت رسول اور قتال سے باز آجائیں گے تو جو کچھ (کفر، فساد اور گناہ ان سے) پہلے ہو چکا ہے اس کو بخش دیا جائے گا۔ آخری گناہ ہی سے ایک بڑی جماعت اسلام لے آئی ✱ حضرت عمرو بن عاص کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا دست مبارک بڑھائیے میں بیعت کرنا چاہتا ہوں حضور نے ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا حضور نے فرمایا عمرو کیا بات ہے میں نے عرض کیا میں کچھ شرط لگانا چاہتا ہوں فرمایا پیش کرو کیا شرط ہے عرض کیا شرط یہ ہے کہ میرے (گزشتہ) قصور معاف ہو جائیں فرمایا اے عمرو کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام گزشتہ جرائم کو ڈھا دیتا ہے اور ہجرت بھی جو کچھ پہلے ہو چکا اس کو ڈھا دیتی ہے اور حج بھی سابقہ ناپاک (یعنی گناہوں) کو ڈھا دیتا ہے۔ مسلم ✱ اور اگر (رسول اللہ) سے لڑنے کی طرف دوبارہ لوٹیں گے تو گذشتہ سابقین کے متعلق قانون نافذ ہو چکا ہے کہ جن لوگوں نے انبیاء کی مخالفت کی ان کو تباہ کر دیا گیا جیسے بدر میں لڑنے والے کافروں کے ساتھ کیا گیا تھا اور آگے کو بھی اسی قانون سے ڈرتے رہنا چاہئے (تفسیر مظہری)

لغوی اشارات ✱ سَلَفَ : وہ ہو چکا، وہ گزر گیا (نصر) سَلَفٌ سے جس کے معنی گزر جانے اور ہو چکنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ● مَضَتْ : واحد مؤنث غائب مُضِيٌّ مصدر (ضرب) گزر گئی (لغات القرآن)

معنوی اشارات ✱ کفار کو باخبر کیا جا رہا ہے کہ اگر تم اپنے کفر و معصیت سے باز آ جاؤ گے اور دین حق اسلام قبول کر لو گے تو تمہارے حالت کفر و ماضی کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور نہیں تو قانون جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء اور دین حق کو سربلند کیا کرتا ہے نافرمان سرکش جیسے نمرود و فرعون سب ہلاک و برباد ہوئے۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

اور اگر ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے پھر اگر وہ باز رہیں تو اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے (۳۹/۸ *ت:ک)

وضو ۔ حضرت مقداد بن اسود کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کوئی ایسا مکان اور خیمہ روئے زمین پر باقی نہیں رہے گا جس کے اندر (اللہ تعالیٰ) کلمۂ اسلام کو داخل نہ کر دے (خواہ) عزت سے کہ عزت دے کر یا ذلیل کو ذلت دے کر یا تو مکان اور ڈیرے والوں کو (مشرف با سلام کر کے) اللہ عزت عطا فرما دے گا اور ان کو اہل کلمہ بنا دے گا یا (اسلام سے محروم رکھ کر) ان کو ذلیل کر دے گا اور وہ کلمۂ اسلام کے زیر فرمان ہو جائیں گے اس طرح سارا اقتدار اللہ ہی کا ہو جائے (رواہ احمد)*
اگر وہ کفر سے باز آ جائیں گے اور اسلام لے آئیں گے تو اللہ ان کے اعمال کے مطابق ان کو جزا دے گا کیونکہ اللہ بلا شبہ ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے ۔ یا آیت کا یہ مطلب ہے کہ اگر جنگ سے باز آ جائیں خواہ مسلمان ہو کر ذمی بن کر تو اللہ ان کے اعمال کا بینا ہے تم ان سے نہ لڑو اللہ خود ان کے اسلام و کفر اور اچھے برے اعمال کی جزا سزا دے دے گا (تفسیر مظہری)

لغوی اشارے * حَتّٰی : جب تک، یہاں تک۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں "حتی حرف جر ہے الیٰ کی طرح انتہاء غایت کے لئے آتا ہے اکثر جگہ یا آخر میں دونوں اکٹھے ہو جاتے ہیں منجملہ ان کے حتی حتی ما آرب میں جدا ہے وہ یہ ہیں کہ وہ حرف اسم ظاہر اور اس اسم آخر کو جر دیتا ہے کہ صحیح بیجے ذی اجزاء یعنی تقسیم ہونے والا ہو اور یہ اس سے ملا ہوا ہو ● بَصِیْر : دیکھنے والا، جاننے والا بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے (ل ق)

معلومات مزید * حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں مسلمان کفار مکہ کے ہاتھوں سخت فتنوں، مصیبتوں اور آزمائشوں میں مبتلا تھے حتیٰ کہ حضور انور ؐ نے انھیں حبشہ وغیرہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔ یہ مسلمانوں پر پہلا فتنہ تھا پھر انصار مدینہ نے حضور انور ؐ کے دست مبارک پر بیعت عقبہ کی اس خبر پر کفار مکہ اور زیادہ جل گئے اور مکہ میں جو مسلمان باقی تھے انھیں اور زیادہ ستانے لگے حضور انور کی ہجرت کے بعد جو کمزور مسلمان مکہ معظمہ میں رہ گئے ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ دیئے ان کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی